بسم اللہ الرحمن الرحیم

فن ترجمہ اصول و مبادیات

تحقیقی مطالعہ

خالد اقبال

انتساب

فہرست

1۔	ترجمہ کیا ہے؟	6
2۔	ترجمہ کی اہمیت	16
3۔	ترجمہ کی مشکلات	24
4۔	فن ترجمہ کا لسانیات سے تعلق	33
5۔	ترجمہ کے بارے میں مختلف نظریے	59
6۔	ترجمے کی اقسام	87
7۔	فن ترجمہ اور اس کی مبادیات	100
8۔	مترجم کے فرائض	123
9۔	انگریزی سے اردو ترجمے کی روایت	131

ترجمہ کیا ہے؟

ترجمہ کیا ہے؟ یہ ایک بنیادی اور دلچسپ سوال ہے مگر اس کا جواب سادہ ہرگز نہیں۔ اس کی وجہ ترجمے کی اہمیت اور افادیت ہے جو ہمیں اس جانب راغب کرتی ہے کہ ترجمے کے معنی اور مطالب کو سمجھا جائے۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کہتے ہیں:

> ”میرے خیال میں ترجمہ ایک زبان میں پیش کردہ حقائق کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ہے۔ کسی تحریر، تصنیف یا تالیف کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ترجمہ کہلاتا ہے“۔(۱)

ترجمے کے بارے میں یہ ایک سادہ سا بیانیہ ہے جس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ ایک زبان سے کسی دوسری زبان میں متن (Text) کو منتقل کرنے کا عمل ترجمہ ہے لیکن ہمیں لفظ ترجمہ کے ماخذ کے بارے میں جاننا ضروری ہے کہ اس کے بنیادی اعتبار سے کیا معنی سامنے آتے ہیں:

> ”ترجمہ باب تفعلہ سے عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ”ر-ج-م“ ہے۔ رجم سے تفعلان کے وزن پر ترجمان بنتا ہے جس کا مطلب ہے ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے والا“۔(۲)

گویا اردو زبان میں یہ لفظ عربی زبان سے آیا ہے۔ جسے انگریزی زبان میں ٹرانسلیشن (Translation) کہا جاتا ہے۔ جس کی وضاحت کرتے ہوئے مظفر علی سید لکھتے ہیں:

"ٹرانسلیشن کا لفظ مغرب کی جدید زبانوں میں لاطینی سے آیا ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں "پار لے جانا" اس سے قطع نظر کہ کوئی خاص مترجم کسی کو پار اتارتا بھی ہے یا نہیں۔ یہ مفہوم نقل مکانی تک پھیلا ہوا ہے۔ اردو اور فارسی میں ترجمے کا لفظ 'جس کا اشتقاقی رابطہ ترجمان اور مترجم دونوں سے ہے' عربی سے آیا ہے۔ اہل لغت اس کے کم سے کم چار معنی درج کرتے ہیں۔ ایک سے دوسری زبان میں "نقل کلام"۔ "تفسیر و تعبیر"۔ "دیباچہ" اور کسی شخص کا "احوال یا تذکرہ شخصی" یہ سب معنی باہم مربوط ہیں"۔(۳)

یوں ہمیں ماخذ سے پتا چلتا ہے کہ یہ لفظ اردو اور فارسی زبانوں میں عربی سے آیا ہے جس سے مراد کسی تحریر 'متن (Text) کے معنی و مطالب کو ترجمہ کی جانے والی زبان میں بیان کرنا' اس عمل میں مترجم کو کس حد تک کامیابی ملتی ہے؟ یہ ایک الگ بحث ہے۔ ماضی کے ادوار میں ترجمہ کے بارے میں اس کی اہمیت سے ناواقفیت کے سبب اسے دوسرے درجے کا کام سمجھا جاتا رہا ہے اور اسے مشینی عمل کہا گیا۔

لفظ ترجمہ (Translation) Noun کی تعریف/وضاحت انٹرنیٹ ویب سائٹ www.the free Dictionary com/translation میں کچھ یوں دی گئی ہے: (۴)

Noun 1.	Interpretation, version, rendering, Decoding, transcription, Paraphrase, Transliteration.
Noun 2.	Conversion, change, rendering, transformation, alteration, metamorphosis, Transfiguration, Transmutation.
Translations.	A written communication in a second language having the same meaning as the written communication in first Language.

انگریزی لفظ Translation کے ساتھ کئی سابقے اور لاحقے اور متبادلات جڑے دکھائی دیتے ہیں مثلاً ٹرانس پلانٹیشن، ٹرانس فارمیشن، ٹرانس کریشن، ٹرانس میوٹیشن وغیرہ جس کے بارے میں ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز لکھتے ہیں۔

"ایک زبان میں کہی گئی بات کو دوسری زبان میں پہنچانے کے عمل کا سادہ سا نام ٹرانسلیشن یا ترجمہ ہے مگر اصل میں یہ عمل اتنا

آسان اور سادہ نہیں کہ "ٹرانس" کے ساتھ ساتھ کریشن پلانیشن ، فلریشن اور میوٹیشن کی کیفیات سے بھی گزرنا پڑتا ہے تب جا کر ترجمے میں وہ سچائی پیدا ہوتی ہے کہ جسے تخلیق کہہ سکیں"۔(۵)

باوجود اس کے لفظ ترجمہ کے معنی اور مطالب اپنے لسانی، ثقافتی اور نظریاتی پس منظر میں کچھ واضح اور کچھ مبہم دکھائی دیتے ہیں لیکن اس سے ترجمہ کی اہمیت پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ جدید دور میں ترجمے کی اہمیت اور زیادہ وسعت اختیار کرتی جا رہی ہے۔

مشرق و مغرب میں ترجمہ نگاری کی اہمیت کے پیش نظر مختلف آراء، تعریفیں کی جاتی رہیں ہیں مشرق میں ترجمہ کو زیادہ تر نیا عمل کہا گیا ہے۔ پی جے لال داس کہتے ہیں:

"The Translation of classic into regional languages were taken a new writings, or, creative writings. Indian Literary tradition as an autonomous creation equal to the creative writing."(6)

کلاسیکی ادب کے ترجمے کو علاقائی زبانوں میں نیا تخلیقی عمل یا تخلیق نو کہا گیا ہے۔ ہندوستان کی ادبی روایت میں ترجمہ آزاد تخلیق ہے اور اسے تخلیق کے درجے کے برابر سمجھا گیا ہے۔ یعنی مشرق میں ترجمہ نگاری کو تخلیقی پیرایہ یا تخلیق مکرر کہا گیا ہے اور مترجم نئی معنویت دریافت کر سکتا ہے ہیئت کے تجربے کر سکتا ہے اور ایسا کرنے میں

وہ آزاد ہے۔ لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس طرح کے رجحانات اہل مغرب کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور انگریزی متن سے ترجمہ کے عمل کی وجہ سے مشرقی ادب میں نئے زاویئے، نئے رجحانات اور بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اب ہم اہل مغرب کے زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ ترجمہ کیا ہے؟ لیونارڈ فراسٹر کہتے ہیں:

" I want to consider translation as the transference of the content of a text from one language to another."(7)

(leonard Forster)

مندرجہ بالا تعریف کی روشنی میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ترجمہ ایک زبان سے کسی متن کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا ایک ایسا عمل ہے جس میں متن کو اس کی جملہ خوبیوں کے ساتھ دوسری زبان میں منتقل کرتا ہے جبکہ جان ایف فنلے کہتے ہیں:

"A tanslation may be defined as a Presentation of text in language other then that in which it was originally."(8) (Jan F. Finlay)

جان ایف فنلے ترجمہ کرتے ہوئے متن کی اصلیت (Originality) کو برقرار رکھنا بہت اہم تصور کرتے ہیں۔ اسی بات کے پیش نظر لفظاً یا مفہوم

سے مفہوم ترجمہ کے متبادلات کے طور پر پہچانے جاتے رہے ہیں کچھ نظریہ سازوں کے مطابق ترجمہ ایک ایسی سرگرمی ہے جو کہ ایک زبان کے متن (Text) میں خیال یا مفہوم کی وضاحت یا تشریح (Interpretation) کرتی ہے جس کے لیے کسی دوسری زبان (T.L) مساوی یا ہم پلہ "Equivalence" کے عنصر کو مدنظر رکھنا پڑے گا تا کہ S.L اور T.L کے متن میں یکساں سطح پر ابلاغ ہو سکے۔ اس تناظر میں ہم دو زبانوں S . L اور T . L کے مابین مساوی یا ہم پلہ "Equivalence" کے حوالے سے ترجمے (Translation) کی تعریف (Definations) کو دیکھتے ہیں۔

ماہر لسانیات کیٹ فورڈ کہتے ہیں:

"Translation may be defined as follows: the replacement of textual material in one language (S.L) by equivalent material in another Language. (9)

(CAtford)

"Translation consist in reproducing in the receptor language the closest natural

euivalent of the source language message. (10) (Nida)

"Translation is a craft consisting in the tempt to replace a written message and / or statement in one language by the same message and / or statement in another language". (11)

(Peter Newmark)

ترجمے کے عمل کو بیسویں صدی کے نصف بعد میں جب لسانیات کے تناظر میں دیکھا گیا تو پھر ترجمے کے مساوی "Equivalence" پہلوؤں پر بحث کی گئی اور ترجمے کی تعریف لسانیات کے نقطۂ نظر سے کی گئی جس کا مقصد S.L سے T.L کے مابین (Text) میں Equivalence کے رشتے کو ہموار کرنا تھا۔ تا کہ دو زبانوں کے متن (Text) کا پیغام ایک ہی طرح کا ہو۔ یوں وہی حقیقی معنی اور مفہوم (S.L) سے (T.L) میں اپنی جگہ بنا لے جس میں کسی طرح کا ردوبدل دکھائی نہ دے۔ جدید دور میں ترجمے کی اہمیت اور ترجمے کے بارے میں مختلف آراء، تصورات، نظریات نے اسے نئی معنویت سی ہمکنار کر دیا ہے اور یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ترجمہ علم کی وسعت اور انسانیت کی بھلائی کے لیے اہم پیش رفت ہے۔

اگر چہ S. Language اور T.Language کے مابین خلا (Gap) ایک مسئلہ ہے تاہم اس خلا کو پر کرنے کے سلسلے میں بیسویں صدی سے اب تک بہت کارآمد کوششیں ہو چکی ہیں مختلف نظریہ سازوں (Thorists) نے ترجمہ اور ترجمے کے عمل کی وضاحت اپنے اپنے نظریات میں ماڈل کی صورت میں پیش کر دی ہے تاہم:

> "ترجمے کی حتمی تعریف متعین نہیں کی جا سکتی کیونکہ ترجمے پر لوگوں کی مختلف آراء موجود ہیں کچھ لوگ متن سے ترجمہ کرنا کافی سمجھتے ہیں اور بعض لوگوں کے خیال میں اسلوب اور ہیئت کی خوبصورتی مترجم کا کام ہے لیکن بہترین ترجمہ وہی ہے جو عام فہم سادہ، سلیس اور تخلیق کے مفہوم کے مطابق ہو، یہ بات بھی اہمیت سے خالی نہیں کہ ہر ترجمہ اپنا علیحدہ اصول اور ضابطہ لے کر آتا ہے"۔(۱۲)

حوالے

۱۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، مغرب کے نثری تراجم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول: ۱۹۹۸ء، ص ۵

۲۔ بشیر احمد ناظم، مضمون: "تراجم"، مشمولہ: پنجابی زبان و ادب کی مختصر تاریخ، مرتبہ: انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، اشاعت: ۱۹۹۷ء، ص: ۳۲۱

۳۔ مظفر علی سید، مضمون: "فن ترجمہ کے اصول مباحث، مشمولہ روداد سیمینار"، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مرتبہ: اعجاز راہی، ناشر: مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۴ء، ص ۳۲

۴۔ website: www.the free dictionary com/Translation

۵۔ سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر، اردو سرائیکی کے باہم تراجم، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ (رجسٹرڈ)، اشاعت: ۲۰۰۱ء، ص: ۱۹

۶۔ Das, Bijay Kumar , "Translation as creative writing", A Hand Book of Translation, New Delhi, Atlantic Publishers & Distributor's, B-2, Vshal Enclave, Opp. Rajouri Garden, P:59

۷۔ Leonard Forster, Translation: An Introduction London, 1958, P:1-2.

۸۔ Jan. F. Finlay, Translation, Edinburgh Printed and bound in press Ltd. T&A Constable Ltd, Hopetoun street P:7

۹۔ J.C.Catford, A linguistic Theory of Translation. London, Oxford Uinversity Press, VII .1965

۱۰۔ Nida, E and Taber, Chasles, the theory and practic of translation, Leiden: E.J. Brill, 1969, P: 33

۱۱۔ Newmask.P. (1991) "The Cours of Dogma in translation studies", England Lebende Sprachen 36, P: 105

۱۲۔ زینت افشاں ترجمہ کی روایت اور اصولی مباحث مشمولہ: "ماہِ نو" لاہور شمارہ اگست ۲۰۰۵ء ص ۵۹

ترجمہ کی اہمیت

علمی و ادبی نقطہ نظر سے ترجمہ کی اہمیت مسلمہ ہے۔ کسی ایک زبان کے متن کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا یہ عمل از سر نو تخلیق کہلاتا ہے۔ اقوامِ عالم کے ادب، ان کی فکر، نظریات اور خیالات کو سمجھنے کا وسیلہ ترجمہ ہی ہے۔ ترجمے کی اہمیت اور وسعت آفاق جیسی ہے جو انسانی سوچ کے دریچوں کو مزید کشادگی عطا کرتی ہے، قومی بصیرت اور شناخت کو نمایاں کرتی ہے۔ Paul St. Pierre لکھتے ہیں:

> development, Science and philosophy, medicine, political science, law and religion, to name but a few translations, in this way plays essential role in determining how a nation establishes its identity in terms of others be this through opposition to foreign influence, through assimilation or "naturalization" of th foreign whereby

differences are created to as great a degree possible, or through imitation of another, usually dominant culture. These are all different "The importance of translation can be located in the fact that translation brings the reader;s writers, and critics of one nation into contact with those of others, not only in the field of literature, but in all areas of human strategies of translation becoming possibilities at different moments in history and under lining the various types of relations between nations's which can exist."(1)

آج Global Village Age میں ترجمے کے توسط سے ہی جدید علوم وفنون سائنس طب اور ٹیکنالوجی کے علاوہ بہت سے نئے تصورات اور خیالات کو سمجھنے دنیا کے مختلف خطوں میں بسنے والی اقوام اور ان کے مختلف زبانوں کو قریب

لانے میں ترجمے کا کردار لازم حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطے کی قوم افراد ان کے مزاج ان کی تہذیب ثقافت زبان کو سمجھنے میں ترجمے کی حیثیت کلیدی ہے۔۔ اقوام عالم میں زبان علم وادب ابتدا ہی سے مشترکہ سرمایہ تصور کیے جاتے رہے ہیں۔اس لیے مشترک سرمائے کو وسعت دینے اور کسی بھی زبان کی تفہیم وتشریح کے لیے ترجمہ بنیادی اساس ہے کیونکہ

> "ترجمے کے ذریعے زبان گی اقبار سے پھلتی پھولتی ہے ترجمہ جہاں الفاظ اور زبان کی نشوونما کے ذریعے انسانی علوم میں اضافے کا باعث بنتا ہے وہیں ذہنی سرحدوں کو بھی کشادگی بخشتا ہے زبان کی سطح پر ترجمہ خیالات وجذبات کی ہر کروٹ کو سمونے کی خاطر نت نئے اسالیب بیان متعارف کرواتا ہے۔ترجمہ کرتے وقت جہاں نئے الفاظ استعاروں کے روپ میں جنم لیتے ہیں وہیں پرانے اور برتے گئے الفاظ کو آسیجن مہیا ہوتی ہے نئے محاورے اور نئے محاکات کے جنم کے ساتھ نئے علوم وفنون سے آشنائی ہوتی ہے ہمیشہ نئی اصناف ادب کا دور ترجمے کے ذریعے ہی ممکن ہوسکا ہے"۔(۲)

یوں زبانیں Give and Take کے عمل سے باہم ترقی کرتی ہیں۔زبانوں کی یہ ترقی کئی سطحوں سے ہوتی ہے۔مثلاً ذخیرہ الفاظ کا تبادلہ محاوروں اور محاکات میں تبادلہ علمی تخلیقی تحقیقی انداز میں تبدیلی زبانوں کے ادب میں بطور خاص اسلوب اور ہیئت کی متنوع صورتیں بلاشبہ ترجمہ کی مرہون منت ہیں۔

دنیا کے بڑے بڑے مفکروں، دانشوروں، شاعروں کی فکر ایک زبان سے دوسری زبان کے ادب میں ترجمے کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے۔ آج ہم شیکسپیئر، ارسطو، افلاطون، نطشے، ہیگل، کانٹ، بادلیر، دوستوفسکی، شوپن ہار، ڈارون، ٹیگور، فردوسی، سعدی، مولانا روم و دیگر اقوام کے عالی دماغ کی تخلیقات کو ترجمے کے سبب جانتے ہیں:

> "ہر زبان کے نثری ادب میں تخلیقی اور شعری ادب میں پہلے
> تراجم کا عمل شروع ہوتا ہے ہماری زبانوں خصوصاً اردو، سندھی
> اور پنجابی وغیرہ میں ایسا ہی ہوا ہے نثری ادب کا دور بیشتر تراجم
> سے شروع ہوتا ہے ہمارے ادیبوں نے ترجمہ شدہ شہ پاروں
> سے متاثر ہو کر تخلیقی کام شروع کیا گویا تراجم کے دور سے ادب کا
> تخلیقی دور شروع ہوتا ہے یعنی تخلیقی ادب کا انحصار بڑی حد تک
> ترجمہ شدہ پاروں پر ہے"۔(۳)

یہ بات عالمی سطح پر ہی صادق نہیں آتی بلکہ ایک ملک کے اندر رہتے ہوئے کثیر اللسانی سماج میں بھی سچ ثابت ہوتی ہے۔ جس کی مثال پاکستان میں اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کا آپس میں بڑھتا ہوا اتال میل ہے۔ اس لسانی، ادبی، ثقافتی جہت کا نتیجہ پاکستان کی قومی یکجہتی کا سبب بنے گا۔ پاکستانی زبانوں نے اردو زبان سے آج کے دور صنعتی، تیکنیکی، ادبی رجحانات و دیگر حوالوں سے تبدیلیوں کو قبول کیا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ پاکستانی زبانوں میں لوک ادب کی بہت سی اصناف، صوفی شعراء شاہ لطیف بھٹائیؒ، وارث شاہؒ، بلھے شاہؒ، سچل سرمستؒ، بابا فریدؒ، خواجہ غلام فریدؒ، خوشحال خان خٹک، جام درک، مست توکلی، رحمن بابؒ کا کلام ترجمے کے ذریعے اردو،

انگریزی زبان میں منتقل ہوا ہے اور کروڑوں انسانوں کی روحانی آسودگی کا سبب بنا ہے۔ یوں ترجمے کی احسان مندی نے ہمیں یہ نکتہ بھی سمجھایا ہے کہ کوئی زبان بڑی یا چھوٹی نہیں ہوتی بلکہ اصل بات کسی زبان کو مواقع مہیا کرنے کی ہے۔ دوسری جانب جن زبانوں میں دوسری زبانوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے، متوجہ ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے وہ ترقی کرتی جاتی ہیں۔ لیکن ترقی کا یہ راستہ ترجمے کی وادی سے ہو کر جاتا ہے۔ کوئی بھی زبان ترجمے کے بغیر ترقی کا دعویٰ نہیں کر سکتی جس کے بارے میں معروف نقاد اور افسانہ نگار ڈاکٹر رشید امجد کہتے ہیں:

> "جدید عہد میں یہ ایک ضرورت بھی ہے۔ جس کے بغیر عالمی سطح
> کی علمی و ادبی سرگرمیوں میں شریک نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اپنی
> قومی زبان کی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے گلوبل علم سے
> واقفیت کرنے اور جدید ٹیکنالوجی کا ساتھ دینے کے لیے ترجمہ
> ایک بنیادی ضرورت ہے"۔(۳)

جس طرح ملکوں کے مابین اشیائے ضرورت جدید ٹیکنالوجی، مشینری، آلات، سامان طب و سائنس منگوا کر اپنے طرز زندگی میں تبدیلی لانے کی خواہش رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں اسی طرح سے ہم جدید تحقیق برائے علم، سائنس، فلسفہ، ادب، سیاست، زراعت و دیگر علوم کو ترجمے کے ذریعے اپنا کر بہت سے شعبوں میں ترقی کر سکتے ہیں دنیا کی کوئی بھی تہذیب۔۔۔۔ قبولیت کے عناصر سے خالی ہو تو وہ اندر سے کھوکھلی ہو جاتی ہے بالآخر تنہائی کا شکار ہو کر مر جاتی ہے۔ تہذیبیں ہمیشہ کروٹ بدلتی رہتی ہیں۔ تہذیب کے شجر کو زندہ اور توانا رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو توانائی بخشنے والے

دیگر اجزا کی طرح ترجمے کے جز کو بھی شامل کیا جائے کیونکہ کسی خطے اور معاشرت کی تہذیبی نشو و نما کے لیے ترجمہ ضروری ہے بسا اوقات یک رخ حالات اور ماحول کی گھٹن کے سبب معاشرے میں جمود کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ فکری طور پر بانجھ پن کا باعث بنتا ہے مگر ہمیں یہ ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ

"ترجمہ ایک زبان کے علمی اور ادبی سرمائے کی دوسری زبان بولنے والے انسانی گروہوں تک پہنچاتا ہے دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرتا ہے اور مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان باہمی افہام و تفہیم اور ربط و ضبط کی راہیں کھولتا ہے"۔(۵)

زندگی کی خوبصورتی اس کی رنگا رنگی میں ہے۔دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والے افراد طرح طرح کی زبانیں بولتے ہیں ہر خطے کی اپنی تہذیبی ثقافت ان کی پہچان بنتی ہے یہ الگ بات کہ وہ جغرافیائی فاصلوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے دور ہیں۔ بحیثیت انسان ہم ایک دوسرے کی زبان' خیالات' دلچسپیوں' فکری صلاحیتوں کے بارے میں جستجو کرتے ہیں' جستجو کا یہ مرحلہ ترجمے کے عمل سے ممکن ہو سکتا ہے' ابھی تک خالق کائنات کی اس وسیع و عریض دنیا' دور بہت دور آباد اقوام ان کے خیالات کے بارے کتنا کچھ جان سکتے ہیں؟ یقیناً بہت کم! ماسوائے ترقی یافتہ اقوام کے علمی ادب سائنسی سرمائے کو' بہت جاننا ابھی باقی ہے۔دنیا کے بے شمار خطوں' انسانوں اور ان کی زبانوں' ان کے حوالے سے جاننا ضروری ہے۔اسی طرح ترقی یافتہ اقوام اور ان کی زبانوں کی تخلیقی جہتوں اور وسعت کے بارے میں آگاہ ہونا

کم ترقی یافتہ اقوام اور ان کی زبانوں کے بارے جاننا ضروری ہے اس ضمن میں ڈاکٹر غلام شبیر رانا ترجمہ کی اہمیت کے بارے میں کہتے ہیں۔

"کسی بھی زبان کی علمی اور ادب معیار کو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے برابر لانے کے لیے یہ امر ناگزیر ہے کہ ادبیات عالم پر گہری نظر رکھتے ہوئے دوسری زبانوں میں موجود ادبی سرمائے کو اس زبان میں اس طرح منتقل کیا جائے کہ اس کی ثروت میں اضافہ ہو اور یہ عمل مستقل طور پر جاری رہنا چاہیے تخلیقی عمل نت نئے تجربات' حیات آفریں تصورات کا مرہونِ منت ہوا کرتا ہے۔ ترقی یافتہ زبانوں میں موجود ادبی سرمائے کو ترقی پذیر زبانوں میں منتقل کرنا ایک صحت بخش رجحان ہے اس طرح تخلیقی عمل کو نئی جہات سے آشنا کرنے میں مدد ملتی ہے اور تنقید و تحقیق کے وسیلے سے ادب میں خیال افروز مباحث کا دروازہ کھلتا ہے"۔(۶)

کلچرل گلوبلائزیشن کا یہ تقاضا ہے کہ قدیم دور کے ادب تہذیب و ثقافت کو محفوظ کیا جائے' ترقی یافتہ اقوام کے علمی ادبی و دیگر علمی سرمائے سے آگاہی اور آگہی حاصل کی جائے اور پھر اپنے علمی ادبی تہذیبی و ثقافتی سرمائے کو قومی نقطۂ نظر سے آج کی ترقی کے عمل میں شامل کیا جائے اور یوں ترجمے کے توسط سے زندگی کی رنگا رنگی (Diversity) میں نئی متنوعیت پیدا کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ Paul st. Pierre, "Translation and National Identity" , A Hand book of translation studies, Bijay Kumar Das, ATLANTIC Publisher's and distributer's, B2, vishal encluce, opp. Rajouri Garden, New Dehli, Page: 79

۲۔ حامد بیگ مرزا' ڈاکٹر'مغرب سے نثری تراجم'مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد' اشاعت طبع اول' مئی ۱۹۹۸ء'ص ۱۶

۳۔ غلام علی الانا' ڈاکٹر' ادب میں تراجم کی اہمیت' مشمولہ اردو زبان میں ترجمے کے مسائل'مقتدرہ قومی زبان'اسلام آباد' اشاعت ۱۹۸۶ء'ص ۴۲

۴۔ رشید امجد' ڈاکٹر' ترجمہ کا فن' مشمولہ" رویے اور شناختیں"' مقبول اکیڈمی' لاہور' ۱۹۸۸ء'ص ۴۴

۵۔ سجاد حیدر پرویز' ڈاکٹر' اردو اور سرائیکی کے باہم تراجم' سرائیکی ادبی بورڈ رجسٹرڈ' ملتان' اشاعت' مئی ۲۰۰۱ء'ص ۱۴

۶۔ غلام شبیر رانا' ڈاکٹر' امیر عابد کا منظوم ترجمہ" دیوانِ غالب" (پنجابی میں) مشمولہ" ماہِ نو" فروری ۱۹۹۴ء'ص ۴۲

ترجمہ کی مشکلات

بلاشبہ ترجمہ نگاری ایک مشکل فن ہے۔ترجمہ نگاری محض لفظیات کو ایک زبان (S.L) سے دوسری زبان (T.L) میں منتقل کرنے کا کام نہیں ہے۔بلکہ متن (Text) کے قریب تر معنی کا ابلاغ ترجمہ نگاری کی مشکلات کے ضمن میں زبان کے لسانی' ثقافتی' تخلیقی پیرائیہ اظہار کے ساتھ منسلک ہے۔لسانی سطح پر ہر لفظ جو کہ اکائی تصور کیا جاتا ہے اس لفظ کا' ابلاغ' اظہار' معنی مطالب اور ادبی' لسانی' ثقافتی حوالوں سے کئی روشن' مبہم اور خوابیدہ پہلو رکھتا ہے اس لئے S.L سے T.L میں ترجمہ نگاری کیلئے لفظیات دونوں زبانوں میں ایک جیسے معنی مہیا کرنا مشکل تخلیقی جہت ہے یہی وجہ ہے کہ مکمل ترجمہ کی صورت بن نہیں پاتی۔

پروفیسر جیلانی کامران" اردو زبان میں ترجمے کے مسائل" کے حوالے سے لکھتے ہیں:(۱)

> ...." کوئی ترجمہ سو فیصد اصل متن کے مطابق نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ نظر آتی ہے کہ خواہ گفتگو ہی کے جملوں کو دو مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جائے تو جہاں زبانیں ایک ہی لسانی گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں وہاں جملے کی ساخت قریباً یکساں ہوگی لیکن جہاں ایسے لسانی گھرانے موجود نہیں وہاں جملے کی ساخت میں ردوبدل کرنا ضروری ہوتا ہے ان دونوں باتوں کو ترجمے کے عمل کی بنیادی دشواری قرار دیا جاسکتا ہے"

اگر ترجمہ ایک ہی لسانی خاندان کی دو زبانوں کے مابین ہو تو بہر حال ترجمے کے عمل میں آسانی میسر آ جاتی ہے لیکن ترجمے کی اصل مشکل S.L اور T.L ایک لسانی گروہ سے نہ ہونا ہے۔ اس مشکل پر قابو پانا اگرچہ اذیت ناک تخلیقی عمل ہے جس کیلئے مترجم کو صرف لفظی ترجمے سے گریز کرنا ہوتا ہے اور اسے اپنی دیگر صلاحیتوں کو آزمانا پڑتا ہے کیونکہ زبان میکانکی عمل نہیں ہے۔ مترجم کو چاہیے کہ وہ اپنی تخلیقی حسیات کو بروئے کار لائے۔ جس سے کہ

"زبان کے معنوی اور اظہاری جہتوں میں اضافہ ہوگا تو اس میں تنوع کے ساتھ اجنبیت بھی آئے گی اور اسی طرح زبان کا چٹخارہ لینے والوں کو اس میں کچھ نہ کچھ کھردرا پن بھی محسوس ہوگا اس لئے بعض لوگ تخلیقی ترجمے سے یہ مراد لیتے ہیں کہ ترجمہ شدہ تحریر "ترجمہ" نہ معلوم ہو"۔(۴)

S.L کے اصل متن سے ہم آہنگ ترجمہ اسی صورت میں ممکن ہے جب مترجم Original Text کا بار بار مطالعہ کرے اور جمالیاتی سطح پر ترجمہ کے معنی و مفہوم کو اس طور سے باہم کر دے کہ قاری کو اجنبیت کا احساس نہ ہو۔ ترجمہ نگاری میں S.L اور T.L کے مابین ثقافتی عنصر بہت اہم جہت ہے اور مشکل ترین مرحلہ بھی۔ کیونکہ دونوں زبانوں کا تہذیبی ثقافتی میلان مختلف ہوتا ہے ایسے میں دو مختلف زبانوں کے درمیان ثقافتی ہم آہنگی تلاش کرنا بہت ہی نازک پہلوؤں کی طرف عرق ریزی کا مطالبہ کرتی ہے۔ کیونکہ ترجمہ کرتے وقت مترجم کو دوسری زبان کے مفہوم اور تہذیبی ثقافتی فضا کو بھی برقرار رکھنا پڑتا ہے۔

ترجمے کا اصل مدعا اور مقصد خیال اور مفہوم کی شفاف ترسیل ہے۔ اس مقصد کے لیے زبان اور بیان پر گرفت بہت ضروری ہے۔ اسی طرح ترجمہ نگاری میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت ہم پلہ الفاظ تلاش کئے جائیں جس کے لیے لغت کی جانب رجوع کرنا پڑتا ہے لیکن ناکامی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ لفظوں کے باہمی تال میل کو مدِنظر رکھا جائے اور الفاظ کی ترتیب عمدہ ہو۔

ترجمہ کرتے وقت مقامی تاثر (Colloquil expression) ثقافتی ماحول کی تلاش بہت مشکل مرحلہ ہے تاہم سماجی و معاشرتی مطالعہ اس سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود بہت سے الفاظ جو مخصوص ثقافتی عمل کی پیداوار ہوتے ہیں ان کا نعم البدل کسی دوسری زبان (T.L) میں ممکن نہیں ہو سکتا۔ گرامر کی رو سے Source Language میں (Subject, Verb, Object) جس سے فقرہ سازی کی جاتی ہے اس مماثلت T.Language میں ہونا ضروری ہے ایسا نہ ہونے کی صورت میں بھی مترجم کو خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

" I do no think its possible to translate poetry within the meaning of translation as I have tried to define it. Of course it relatively easy, if yu have some ingenuity.(3)

(lef: L.W.Tanock)

شاعری کا ترجمہ یوں بھی ناممکن سمجھا جاتا ہے کیونکہ شاعری اور نثر میں ایک بڑا فرق موجود ہے۔ نثر نگاری الفاظ کو رواں اور سادہ انداز میں استعمال کرتا ہے جبکہ شاعر شاعری میں الفاظ کو مختلف انداز سے استعمال کرتا ہے ایک اور اہم بات یہ کہ شاعری میں خاص طرح کا ردھم یا موسیقیت ہوتی ہے۔ شاعری کا ترجمہ کرتے وقت مترجم کے پیش نظر الفاظ۔ الفاظ کا صوتی تاثر شاعری کی موسیقیت شاعرانہ امیجری اور علامتی نظام کا بغور جائزہ لینا حد درجہ ضروری عمل ہے اب یہاں مترجم کا کام صرف معنی کی ترسیل نہیں بلکہ اسے اس بات پر توجہ دینا چاہئے کہ شاعر نے خیال کیا ہے؟ شاعرانہ خیال طاقت اور شاعرانہ تمثیل (Imagery) کو آزادانہ طور پر (S.L) سے (T.L) میں کس حد تک منتقل کیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلے میں ممتاز مترجم شاہد حمید جنہیں ٹالسٹائی کے "وار اینڈ پیس" اور "دوستوئیفسکی" کے "برادرز کرامازوف" جیسے ناول اردو زبان میں ترجمہ کرنے کا موقع ملا وہ ترجمہ کی مشکلات کے حوالے سے اپنے ایک انٹرویو (اشاعت روزنامہ ایکسپریس ۱۹ نومبر ۲۰۰۸ء میں بتاتے ہیں:

"اردو میں سب سے پہلی مشکل تو جملوں کی ہے اردو دراصل
چھوٹے چھوٹے جملوں کی زبان ہے اور بڑے جملوں کا بوجھ
اٹھانے سے قاصر ہے جملہ طویل ہو جائے تو اس کی سانس
اکھڑنے لگتی ہے انگریزی میں طویل جملے ہوتے ہیں۔ طویل
جملے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لکھنے والا قاری کے ذہن میں جو تصویر
بنانا چاہتا ہے اس کو وہ ٹکڑوں کی بجائے سالم کا سالم پیش کرنے
کا خواہاں ہوتا ہے۔ اردو میں جب آپ ترجمہ کرتے ہیں تو

طویل جملوں کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں منقسم کرنا پڑتا ہے
جس سے تحریر کا مجموعی تاثر غائب ہو جاتا ہے کہ منطقی تسلسل بھی
قائم نہیں رہتا۔ میں نے "وار اینڈ پیس" میں کئی جگہ بڑے جملے
لکھنے کا تجربہ کیا لیکن اب مجھے بھی وہ بوجھل محسوس ہوتے
ہیں"۔(۴)

فن ترجمہ نگاری میں زبان کے مزاج کو دریافت کرنا از حد ضروری ہے کیونکہ زبان کا ایک آلہ (Tool) کے طور پر استعمال ہونا بہت سادہ عمل نہیں ہے۔ ایک ہی زبان کو جب مختلف طبقات کے افراد آپس میں بولتے ہیں تو زبان کے لہجے۔ ادائیگی۔ تلفظ۔ جملے کی ساخت اور انداز بیاں میں تبدیلی آجاتی ہے۔ یوں ایک مترجم کا فرض بنتا ہے کہ جملے کے استعمال میں زبان کے سماجی تقاضوں کو بھی مدنظر رکھے۔

ترجمہ کرتے وقت زبان کا فرد کی نفسیات کے مطابق ہم آہنگ ہونا ضروری ہے جیسا کہ ناولوں ڈراموں یا نظموں کی ڈبنگ (صدابندی) کرتے ہوئے اس پہلو کو سامنے رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ نوکر، بدمعاش یا ہیرو جو الفاظ ڈائیلاگ کی صورت میں ادا کرے گا تو اس کی زبان، اسکے کردار کی نفسیات کے مطابق ہوں۔ ترجمہ نگاری کے ضمن میں بہت سے ناقدین نے ترجمے کی زبان میں سلاست اور روانی کے پہلو پر زور دیا ہے جبکہ ڈاکٹر جمیل جالبی اس بات کچھ یوں وضاحت کرتے ہیں:

"صرف روانی وسلاست ہی ترجمے کے بنیادی اجزا نہیں ہیں۔
آپ خود اندازہ کیجئے کہ جدید و پیچیدہ تحریر کا ترجمہ صرف رواں
اور سلیس کیسے ہوسکتا ہے۔ جب کہ زبان کا مزاج اور جملوں کی

ساخت ہماری زبان کے مزاج اور جملوں کی ساخت سے مختلف ہو"۔(۵)

ایسی صورتحال میں مترجم کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی زبان (T.L) کے مزاج کے مطابق ترجمہ کرے جملے بے ربط نہ ہوں' الفاظ' مرکبات اور تراکیب اصل متن (S.L) سے ہم آہنگ بھی ہوں۔ اس تخلیقی سطح کے تجربے سے مترجم ایک نیا اسلوب دریافت کرسکتا ہے اور نئی زبان وجود میں آسکتی ہے جو ترجمے کے اظہار کی قوت کو تخلیقی سطح تک پہنچا سکتی ہے۔

"ترجمہ کرتے وقت ایک زبان (S.L) اور دوسری زبان (T.L) کے کن عناصر کا خیال رکھنا پڑتا ہے ان کا تعلق ترجمہ نگاری کے پیچیدہ پہلوؤں سے ہے یہ پہلو ترجمے کی مشکلات ضرور ہیں لیکن ان سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ ذیل میں دیئے گئے ان نکات کی نشاندہی پروفیسر ڈاکٹر مرزا حامد بیگ' یوں کرتے ہوئے لکھتے ہیں"۔(۶)

- مفرد الفاظ' اصطلاحات' محاورے کا خیال رکھنا
- الفاظ کی نشست' برخاست' صرف و نحو
- الفاظ کے لفظی و معنوی رشتوں کا شعور' ضائع لفظی و معنوی
- الفاظ' تراکیب اور ان کی لغوی دلالت
- زبان کا کینڈا' اس کی اصل روح
- عبارت/متن کی ظاہری وضع اور مفہوم

- اسلوبیاتی نظام
- اصل متن کی روح' نوعیت' جذبات' محاکات اور اس کا آہنگ (باطنی سطح پر)
- مصنف کا ذوق اور لب و لہجہ
- جملوں کی ساخت
- اس زبان سے مخصوص جو پر خفتہ اور جاگی ہوئی صلاحیتیں کو تابیاں' زندہ روایت کا شعور
- ترجمے کے لئے اصل متن کی جزوی یا کلی موزونیت یا مناسبت۔
- اساطیری نظام اور روایات
- وزنِ اضافی کا خیال رکھنا یعنی عریاں' برہنہ اور ننگا جیسے الفاظ میں نازک امتیازات کا خیال رکھنا۔

مندرجہ بالا تمام امور کا خیال رکھنے کے باوجود ترجمہ نگاری میں "قطعیت" (Authenticity) اگرچہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے اور ترجمے کو اسی وجہ سے بہت ناقدین نے وہ مقام نہیں دیا مگر ترجمہ نگاروں کے کام اور ترجمہ کے روز افزوں بڑھتی ہوئی ضرورت و اہمیت کے پیشِ نظر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ترجمہ غیر اہم کام ہے مختصراً یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ خواب آگہی کی وہ منزل ہے جس تک پہنچنا اور بامراد ہونا ایک مترجم کیلئے کٹھن ضرور ہے۔

"شاعری کے ترجمے کے سلسلے میں ایک بنیادی مسئلہ یہ بھی ہے کہ اسے نثر میں ترجمہ کیا جائے تو سپاٹ ہو جانے کا خطرہ سر پہ منڈلاتا ہے اور شعر کے شعر میں ترجمہ کی صورت میں اکثر مصنوعی

یا مشینی انداز کی کاوش کا شک گزرتا ہے اس سلسلے میں یہ چیز بھی ذہن میں ہونی چاہیے کہ ترجمے کی کئی جہتیں ہو سکتی ہیں ایک جہت یہ کہ کسی علاقائی زبان یا کسی زبان سے ترجمہ کرتے ہیں جو تہذیبی طور پر ہم سے قریب ہے اس سلسلے میں میرا تاثر یہ ہے کہ ایسی زبانوں کے شعر کا ترجمہ اچھی نثر میں ہو تو بہتر ہوگا متن کے مشکل الفاظ حل کر دیے جائیں اور شعر کا ترجمہ اچھی نثر میں دے دیا جائے تو قاری اس سے زیادہ بہتر انداز میں لطف اندوز ہو سکتا ہے"۔(۷)

شاعری کا ترجمہ نہایت دشوار کام ہے اگر چہ شاعری کے ترجمے کو ناممکن بھی کہا گیا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سعدی شیرازی' حافظ' جامی' فردوسی' شیکسپیئر' ٹیگور' بادلیئر' ناظم حکمت' پابلو نرودا' البورکا و دیگر کئی ملکوں کے نامور شعراء کی شاعری ترجموں کی بدولت پوری آب و تاب کیساتھ عالمی ادب یا علم ادب میں جگمگاتی نظر آتی ہے۔

حوالے

۱۔ جیلانی کامران' پروفیسر' مقالہ' شعری ادب کے تراجم کے مسائل اور مشکلات' مشمولہ روداد سیمینار' اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' مرتبہ اعجاز راہی' مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد' اشاعت ۱۹۸۶ء' ص ۲۳۶

۲۔ سجاد باقر رضوی' ڈاکٹر' مقالہ' افسانوی ادب کے تراجم' مشمولہ' اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' مرتبہ اعجاز راہی' مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد' اشاعت ۱۹۸۶ء' ص۔۲۰۳

۳۔ L.W.Tancock, Some problem of style in the translation from french, article, Aspects of translation studies in communication, P-49, Edited, A.B., Booth Leonard, troster, sceker and wurburt, 1958 London.

۴۔ شاہد حمید' مترجم' فن شخصیت' انٹرویو روزنامہ ایکسپریس لاہور' اشاعت ۱۹ نومبر ۲۰۰۹ء

۵۔ جمیل جالبی' ڈاکٹر' ترجمہ کے مسائل' مشمولہ ترجمہ کا فن اور روایت' مرتب ڈاکٹر قمر رئیس' ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ' اشاعت ۲۰۰۲ء' ص ۱۰۵

۶۔ حامد بیگ' مرزا' مغرب سے نثری تراجم' مقتدرہ قومی زبان' اسلام آباد' طبع اول ۱۹۸۸ء' ص ۵۱۔۵۲

۷۔ پروفیسر سجاد حیدر پرویز' اردو سرائیکی کے باہم تراجم' سرائیکی ادبی بورڈ رجسٹرڈ' ملتان' ۲۰۰۱ء' ص ۳۶۔

فن ترجمہ کا لسانیات سے تعلق

علم لسانیات کی ترقی سے "فن ترجمہ نگاری" کے زاویے بھی بہت حد تک تبدیل ہو گئے ہیں۔ "ترجمہ نگاری" کو ابتداء میں دوسرے درجے کا کام کہا جاتا رہا ہے۔ اس کی وجہ ترجمہ نگاری کی اہمیت اور افادیت سے بے خبری اور کم علمی تھی اسی بناء پر ترجمے کو ماضی میں وہ مقام ومرتبہ نہ مل سکا۔ ادب۔ تنقید کی تمام تحریکیں زبان سے متعلق ہیں حتیٰ کہ ہم عصر تنقیدی نظریات کا تعلق بھی لسانیات سے ہے۔ فن ترجمہ نگاری کو اس کے صحیح تناظر میں جاننے کے لئے ضروری ہے کہ اس فن کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے اصولوں سے واقفیت حاصل کی جائے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ترجمے کا بالخصوص لسانی اور دیگر پہلوؤں سے جائزہ لیا جائے۔

The subject of translation is an interdisciplinary topic. Naturally, in the investigation of translations one utilises such linguistic theories as phonology (orgraphology), syntax, sematics and pragmatics,. However these are also extralinguistic factors inrolved in translation and to additional theories of the language

speaker's, their enviornment, culture and beliefs.(1) (T.Tymoczko)

یہ بات بہت حد تک درست ہے کہ زبان کا مسئلہ باہمی روابط سے ہی منسلک ہے اور زبان کے استعمال میں بہت سے نظریات بھی جڑے ہوئے ہیں۔ جس طرح صوتیات (Phonology Syntax) یعنی جملے کی ساخت وغیرہ۔ اس کے علاوہ فن ترجمہ نگاری کیلئے ایک اہم بات جس کی طرف T. Tymoczk نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ترجمہ کرتے وقت ماورائے زبان طریقے بھی استعمال کرنا چاہیں۔ اس کے علاوہ دوسری اہم بات جسے ہم آگے لے کر چلیں گے وہ یہ ہے کہ ترجمہ کرتے وقت ماحول۔ ثقافت اور اعتقادات کا معاملہ بھی بہت اہم ہے۔ لیکن ان جملہ پہلوؤں پر بات سے پہلے زبان کی لسانی پہلو سے سرسری جائزہ لے لیا جائے۔

لسانیات (Linguistics) جسے کسی بھی زبان کی Science یا کسی بھی زبان کے بارے میں جاننے کا علم کہا جاتا ہے۔ اس علم کو جاننے کے لئے Phonetecs (صوتیات) پر بات کئے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ صوتیات Phonetecs کسی بھی زبان کی آوازوں (Sounds) کا مطالعہ ہے یعنی صوتیات انسانی آوازوں کی Science ہے کیونکہ ہر زبان کا ایک مخصوص صوتیاتی نظام (Sound system) ہوتا ہے جسے ماہرین لسانیات نے فونیمیات (Phonology) کا نام دیا ہے۔ فونیمیات (Phonology) لسانیات کی وہ

شاخ ہے جو مارفیم اور فونیم کو دنیا کی تمام زبانوں کے تقابلی موازنے ماخذات' سماجی حالات اور دیگر کئی پہلوؤں کو پس منظر میں رکھ کر دیکھتی ہے۔

علم لسانیات میں استعمال ہونے والے ان الفاظ مارفیم اور فونیم کی وضاحت ضروری ہے اور صوتیات۔فونیمیات میں فرق کو بھی ملحوظ نظر رکھنا ہوگا۔

''صوتیات'' میں زبان کی آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو کسی ایک زبان تک محدود نہیں ہوتا۔جبکہ ''فونیمیات'' میں کسی ایک خاص زبان کی مخصوص آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور یہ علم الفاظ کی شناخت سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی فرق کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر خلیل صدیقی لکھتے ہیں:

''ایک زبان میں فونیمی حیثیت نہ رکھنے والی ایک آواز دوسری زبان میں لازماً صوتیے کی حیثیت نہیں رکھتی۔ایک زبان کے مختلف صوتیے دوسری زبان میں ایک صوتیے کے ذیل میں آسکتے ہیں''۔(۲)

لفظ مارفیم اور فونیم کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر جمیل آذر لکھتے ہیں: جرمنی کا لفظ ہے۔ماہرین لسانیات اسے کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔چیمبر ٹونٹیتھ سنچری ڈکشنری ایڈیشن ۱۹۷۳ء صفحہ ۸۵۶ پر اس کے معنی ''بامعنی لفظ'' کے ہیں یعنی A word that has meaning مثلاً قلم۔دوات۔میز۔کاغذ۔چاند۔سورج۔ذہن انسان۔پاکستان۔ترکی۔چائے۔بسکٹ وغیرہ........ فونیم (Phoneme) بھی جرمنی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ''حروف اصوات'' کے ہیں یہ وہ حروف ہیں جو ہماری آواز کی نشان دہی کرتے ہیں۔بحوالہ بالا ڈکشنری کے

صفحہ ۱۰۰۲ پر اس کے معنی اس طرح سے درج ہیں:

A group or family of speech sound felt in any one languae to be merely Variants of one language

حروف کا تعلق ہماری بول چال کی سب سے چھوٹی اکائی سے ہوتا ہے مثلاً ا'ب'پ'ت' وغیرہ۔ان حروف کو عام طور پر حروف تہجی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔کیونکہ ان کا تعلق تلفظ ہجوں اور آواز سے ہوتا ہے آواز کا تعلق اعراب (یعنی زبر۔زیر۔پیش اور تشدید) سے بھی ہوتا ہے جو تلفظ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں''۔(۳)

گویا مارفیم (Morpheme) اور فونیم (Phoneme) اگرچہ غیر ملکی زبان کے الفاظ ہیں جن کو ہم اپنی آسانی کے لئے ''حرف وصوت'' اور ''الفاظ'' کہہ سکتے ہیں۔حروف اپنی لسانی تشکیل کے عمل میں جملے بنتے ہیں جبکہ جملے یا فقرے جذبات' خیالات انسانی کے اظہار کا وسیلہ بنتے ہیں اسی طرح انگریزی الفاظ Semantics اور Syntax بھی لسانی پہلو سے تشریح طلب ہیں:

- لفظ بہ حیثیت حصہ زبان (تحریری حالت) (Text)
- لفظ بہ حیثیت تمثال صوت (Intonations)
- لفظ بہ حیثیت ماخذ معنی (Semantics)

مارفیم کی اصطلاح Semantics اور Phonetics میں لفظ کے مختلف حصوں اور اس کے سٹرکچر سے متعلق بحث کے لئے استعمال کی جاتی ہے جب کہ لفظ کے لئے ان subjects میں Lexeme کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ مارفیم کو بہ حیثیت حصۂ زبان As a written form لیا جائے گا تو وہ لفظ نہیں کہلائے گا کیونکہ اس کے لئے Lexeme کی اصلاح موجود ہے "Syntax" یعنی لفظ کی نحوی صورت: کوئی بھی لفظ اپنے تہذیبی، تاریخی اور زبان میں موجود اپنی نحوی Syntax درجہ بندی سے الگ ہو کر معنی پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر چہ معنی خیزی کے عمل میں وہ معنی پیدا کر رہا ہوتا ہے مگر حتمی طور نہیں۔

یہاں ہمیں ڈریڈا (Drada) کی Theory of Defference کے تین اہم نکات کو دیکھنا ہوگا۔

> (....) the entire history of the concept of sturcture, before the rupture of which we are speaking, must be thought of as a series of substitutions of centre for centre, as a linked chain of determinations of the centre. Successively, and in a regulated fashion, the centre

> receives different forms or names. The history of metaphysics, like the history of West, is the history of these metaphors and metonymies. Its matrix [...] is the determination of Being as presence in all senses of this word. It could be shown that all the names related to fundamentals, to principles, or to the centre have always designated an invariable presence- eidos, arche, telos, energeia, ousia (essence, existence, substance, subject), aletheia, transcendentality,

consciousness, God, man, and so forth. "Structure, Sign and Play" in Writing and Difference, P.353.(4)

- o۔ زبان میں موجود ظاہر عناصر سے معنی کا افتراق پیدا ہونا
- o۔ ظاہری لسان میں موجود ظاہری عناصر کی عدم موجودگی جسے Trace کا نام دیا گیا ہے۔
- o۔ خاموشی کا وقفہ جسے Spacing کا نام دیا گیا ہے بکھراؤ بھی معنی کے افتراق کا موجب بنتا ہے۔

ڈریڈا نے معنی کی عدم قطعیت کی بجائے کثیر المعنیت پر زور دیتے ہوئے لفظ کے حاضر اور غائب Traces کا نظریہ پیش کیا یعنی کثیر المعنیت کا مطلب یہ نہیں کہ لفظ کا معنی آزاد پرواز کرتا ہوا لفظوں کی حدود سے ماورا ہو جائے۔ اس لئے وہ استعمال شدہ لفظ کے تناظرات کا خیال رکھتا ہے۔

ڈریڈا کے مطابق معنی/مطلب (Difference) تغیر پذیر ہوتے ہیں اس لیے مترجم کو چاہیے کہ وہ ہم عصر مطالب کو بھی مدنظر رکھے۔ زبان مسلسل ارتقاء پذیر ہے اور ساکت یا جمود کا شکار نہیں رہتی۔

سٹرکچرل ازم (Structuralism) اور ڈریڈا کے حامی ماہرین لسانیات کے حوالے سے پی جے کاروا اس کہتے ہیں:

"The Structuralists believe that a work can be peeled off to express a void at centre and that makes translation diffcult. Derrida and his followers have pleaded an absence of meaning. They say that words carry with them no difinite meaning but they are characterized by an indeterminacy of meaning."(5)

لفظ اور معنی کے التواء کے حوالے سے ڈریڈا نے جو نظریہ پیش کیا ہے اسے تمام تخلیقی ادب پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ جس کے بارے میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

"مغرب میں فروغ پانے والی تنقید (Theory) میں ساخت کے حوالے سے جو پیش رفت ہوئی ہے وہ بالآخر ڈریڈا کے اخذ کردہ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ کائنات ایک ایسا گورکھ دھندہ ہے جس کی تہہ تک پہنچنا ناممکن ہے وجہ یہ ہے کہ اس کی تہہ موجود ہی نہیں موجود صرف التواء کا منظر ہے جو اصل معنی کے التواء کو پیش کرتا ہے زبان اور اس کے حوالے سے تحریر یعنی (Text) بھی ایک گنجلک ہے جسے کسی ساخت مرکز سے منبع یا مصدر سے ہم رشتہ

نہیں کیا جاسکتا۔ صوفیاء نے بھی اس گُتھلک کا ادراک کیا تھا۔ مگر پھر
وہ اس کے عقب میں یکتائی کے اس مقام کو بھی چھونے میں
کامیاب ہوئے تھے۔ جہاں کثرت کے جملہ مظاہر ختم ہو جاتے
ہیں" (۶)

مارفیم اور فونیم کا تعلق دریڈا کی Theroy of Difference سے ہے اس لئے (Phonology) کی اس مختصر بحث (جو کہ زبانوں کے تقابلی جائزے مثلاً ماخذات' سماجی معاشرتی حالات اور فلسفے کے پس منظر سے تعلق رکھتی ہے) کے بعد اس نکتے پر پہنچتے ہیں کہ مارفیم۔ کی ایک حیثیت زمانی اور دوسری مکانی بھی ہے یہ دونوں حیثیتیں اگرچہ بہ یک وقت موجود ہوتی ہیں۔ جس طرح ثقافتیں اور تہذیبیں ایک دوسرے سے کچھ لو اور دو کے اصول پر کاربند ہوتی ہیں اسی طرح زبانوں کے آپس کے تعلقات ایجاب وقبول کے مرحلے سے گزرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے:

"مارفیم کوئی تھیوری کے تحت ضرور بروئے کار لانا چاہیے لیکن اس
امر کا خیال رکھتے ہوئے کہ لسان کی اپنی ثقافتی حیثیت بھی برقرار
رہے اور بین الاقوامی سطح پر اپنے ماخذات سے بھی منحرف نہ
ہونا جائے یعنی زبان کا وہ تشخص بھی برقرار رہے جو اسے ایک
طویل عمرانی عمل سے گزرنے کے بعد نصیب ہو"۔ (۷)

اس بات سے اتفاق ضروری ہے کہ کسی بھی زبان کا تشخص اور اسکی ثقافتی حیثیت کو برقرار رکھا جائے کیونکہ کوئی بھی زبان اچانک وجود میں نہیں آجاتی۔ ہر زبان تاریخی

سماجی ثقافتی پس منظر کی حامل ہوتی ہے جو اسے ایک طویل سفر کے بعد میسر آتا ہے۔ تاہم واضح رہے کہ ہم زبان کے لسانی پہلو سے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔

لسانیات کی رو سے کسی بھی زبان کے دو بنیادی پہلو بہت
اہم ہوتے ہیں:۔

۱) تفاعلی Functional
۲) رسمی Formal

"جب ہم یہ کہتے ہیں کہ زبان خیالات کی ترسیل کا اہم ذریعہ
ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنی معلومات' خیالات کو دوسروں
تک پہنچانا یعنی مرسل الیہ (Receiver) تک اپنا پیغام
پہنچانا۔ زبان کے اس ترسیلی عمل میں مبدا البلاغ (Source)
دونوں مرسل الیہ انسان ہوتے ہیں۔ گویا زبان بنیادی طور پر
انسانی عمل ہے"۔ (۸)

زبان جو کہ ہمارے خیالات کے ابلاغ کا ذریعہ ہے یہ "حرف" اور "صوت" کی شکل اختیار کرکے "مفہوم" میں ڈھلتی ہے یہی "مفہوم" ایک انسان سے دوسرے تک پیغام بن کر پہنچتا ہے اسے زبان کا سماجی معاشرتی اظہار بھی کہا جاتا ہے۔

علم لسانیات کی رو سے زبانوں کی درجہ بندی تین طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔

۱) جغرافیائی Geographically
۲) جینیاتی Genetically
۳) نوعی Topolgically

اس وقت ہمارا موضوع بحث زبان کا نوعی (Topologically) پہلو ہے جس میں زبان کی درجہ بندی، داخلی ساخت، ہیئت، الفاظ، گرامر، فقرات کا جائزہ لیا جائیگا۔ کیونکہ زبان کے جملہ پہلو فن ترجمہ نگاری میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

"تحریری طور پر زبان کا کینڈا اور مختصر کسی نہ کسی نظر آنے والی صورت میں پیش کیا جاتا ہے جسے ہم متن کہتے ہیں ہر متن اپنی مخصوص صفات رکھتا ہے اور اس سے معنی انسان اپنے سابقہ تجربہ کے توسل (Mediation) سے کچھ پاتا ہے۔ توسل اور معنی کے رشتوں کو سمجھنے کے لئے جس علم کی ضرورت درپیش ہوتی ہے اسے لسانیات کا نام دیا گیا ہے گویا لسانیات بنیادی طور پر زبان، متن اور معنی کا سائنسی جائزہ لیتی ہے"۔(۹)

Text

Textuality

Mediation

Meanings

Linguistic's

جیسا کہ ہم جانتے ہیں زبان کے لفظوں، جملوں، محاوروں اور ان کی ساخت کا مطالعہ "نحوی" علم ہوتا ہے۔ جن کا براہ راست تعلق کسی زبان کے متن اور معنی سے ہوتا ہے کسی زبان کے فقروں کے صحیح معنی کا ادراک کرنا اور فقروں یا جملوں میں فرق کو محسوس کرنا فن ترجمہ نگاری میں حد درجہ اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جملوں میں

لفظیات کا استعمال اور لفظوں کی ترتیب سے کئی طرح سے مفہوم واضح ہوتا ہے جو بظاہر کچھ فرق نہیں رکھتا کیونکہ جملے اپنی ساخت کے لحاظ سے بھی درست ہوتے ہیں لیکن کسی زبان کے متن میں ان کے استعمال سے معنی بدل جاتے ہیں جس کیلئے جملوں کے معنی جاننا از حد ضروری ہوتا ہے جس کے لئے زبان کی لفظیات (Vocabulary) اور لغت (Lexicon) کا مطالعہ ماہرین لسانیات کے نقطۂ نظر سے بہت ضروری ہے۔ گویا

"ترجمہ بنیادی طور پر لسانی فن ہے اس کی ابتدا بھی لسان سے ہوتی ہے زبان کے ساتھ وسعت بھی پاتی ہے اور زبان کے ساتھ ہی اپنی اختتامیہ بھی کرتی ہے ترجمے میں زبان کا ہدف زبان ہی ہوتا ہے"۔(۱۰)

فن ترجمہ نگاری اور لسانیات کا چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں۔ کوئی ترجمہ اس وقت تک حقیقی معنوں میں کامیاب تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک کسی زبان کے بنیادی ڈھانچے (Basic Structure) کا مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ کیونکہ کسی بھی زبان میں جس طرح لفظیات کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اسی طرح سے زبان کے محاورے، اس کے مترادفات (Synanyms) اور متضاد الفاظ (Anonoyms) کا گہرا مطالعہ، زبان کی ہیئت اور مفہوم تک پہنچنے کے لئے از حد ضروری ہے جن کا تعلق زبان کے نحوی سانچوں Syntactical patterons سے بنتا ہے جو کہ علم لسانیات کی رو سے معنیات (Semantics) کا مطالعہ کہلاتا ہے اور یہ کسی زبان کی ساخت کا آخری پہلو کہلاتا ہے۔ جس کی رو سے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے

ہیں کہ کسی زبان میں استعمال ہونے والے اسماء اور ان کا اشیاء کے ساتھ کس نوعیت کا تعلق ہے۔

لسانیات محدود علم نہیں بلکہ بہت وسعت اور اہمیت اختیار کر چکا ہے۔

۱) صوتیات (Phonoetics)

۲) فونیمات Phonology

۳) قواعد Grammar

۴) لفظیات Vocabulary

۵) معنیات Semantics

عملی صوتیات / اور معنی کی ماہیت کا علم مترجم کیلئے نہایت ضروری ہے۔

جدید دور کے معروف ماہر لسانیات Roman Jakobsn اپنے ایک مضمون On linguistic Aspects of Translation میں ترجمہ نگاری کے تین پہلوؤں کی جانب توجہ دلاتے ہیں۔

1). Intralingual translation
(An interpretation of verbal sign by menas of others signs in the same language)

2). Interlingual Translation or translation proper

(and interpretation of verbal singns by means of same other language).

3). Intersematic translation of translation (an interpretation of verbal singns by means of signs of non verbal sign systems. (11).

ترجمہ کے لسانی پہلو کے حوالے سے Roman Jakbosan نے تین طرح کے طریق کار بتائے ہیں ایک یہ کہ لفظی علامتوں کو دوسری زبان کی لفظی علامتوں میں منتقل کیا جائے جسے انہوں نے Intralingual Translation کا نام دیا ہے جبکہ ایک زبان کے مطلب کی دوسری زبان میں تشریح یا آزاد ترجمہ کو Interlingual Translation کہا گیا ہے اسی طرح Intersematic Translation سے مراد کسی زبان کے لفظی مطالب کو دوسری زبا کے غیر لفظی یا علامتی طور پر مطالب بیان کرنا کہا گیا ہے۔

Roman Jakbosan ”ترجمے کا لسانی پہلو“ کے حوالے سے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کسی بھی لسانی Sign کے ترجمے کا مطلب اس کو کسی متبادل Sign میں تبدیل کرنا ہے خاص طور پر اس لسانی Sign میں جو زیادہ مکمل طور پر Develop ہو۔

"Any Comparison of two languages implies an examination of their translatability; widespread practice of interlingual communication, particulary translating activities, must be kept under constant scruting by linguistic science. (12)

دو زبانوں کا تقابل ان کے ترجمے کی صلاحیت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ انٹرلنگول ابلاغ کی پریکٹس بالخصوص ترجمے کے کام کو زبان کی سائنس کی کڑی نگرانی میں رکھا جانا چاہیے۔

فنِ ترجمہ نگاری میں ایک جملے کی بہت اہمیت ہوتی ہے کیونکہ ایک مکمل جملہ ہی اپنا مفہوم واضح کرتا ہے۔

"By definition, a sentence in a second language which means the same as the original. Under this conception a translator begins with sentences which have meaning in the semantic structure of one language and attempts to

construct equivalent sentence using the semantic devices of the second language. Hence semantic theory, built upon syntax and phonology, is sufficient to provide an adequate theory of translation.Translation theory is applied semantics". (13)

تشریحاً کہا جا سکتا ہے کہ جس زبان میں آپ ترجمہ کر رہے ہیں اس کا جملہ اصل زبان کے عین مطابق ہونا چاہیے جس سے وہ ترجمہ کی جا رہی ہے اس تصور کے مطابق ایک مترجم ایک جملہ شروع کرتا ہے جس کا تعلق ایک زبان کی ساختیات میں ہوتا ہے اور مترجم کوشش یہ کرتا ہے کہ اسی طرح کا جملہ استعمال کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس کی ساختیات کو ملحوظ نظر رکھے۔ چنانچہ ساختیات کا نظریہ جس کا دارومدار جملوں کی بناوٹ اور صوتیات پر ہوتا ہے یہ لہٰذا ترجمے کے صحیح نظریے کو پیش کرتا ہے۔ ترجمے کا نظریہ عملی ساختیات سے ہے جبکہ Derrida اور Paul de man ترجمے کو ایک تحریر یا مترجم کو مصنف کا درجہ نہیں دیتے بلکہ وہ علم زبان کی رو سے (Semanticunity) مصنف کی Originality اور Copy right تحریری ملکیت یعنی کسی ترجمے سے کی گئی تحریر کے بارے میں شک کرتے ہیں ان کے نزدیک دونوں قسم کے مواد اختراعی

Derivative اور Heterogeneous یعنی مختلف زبانی اور ثقافتی مواد پر مشتمل ہوتے ہیں اس لئے وہ تحریر کی Signification میں توازن کو برقرار نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمہ اصل تحریر سے مختلف ہو جائے تو مشکلات اور شک پیدا ہوتا ہے ترجمے کی یہ مشکلات صرف زبان اور ثقافتی حوالے سے نہیں بلکہ متن (Text) کے داخلی مواد میں بھی ہوتی ہیں۔

ترجمہ نگاری کو لسانیات کے تناظر میں اپنے نظریات آگے بڑھانے والوں میں Vinay، Darbelnet (1958/95) Catford (1965ء) جبکہ Kitty Leubven Zawart (1989/1990) کے نام زیادہ نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

Darbelnet اور Vinay نے ترجمہ نگاری میں انداز اور اسلوبیاتی تجزیہ (Stylistic analysis) کے نقطۂ نظر کو پروان چڑھایا۔ انہوں نے دو زبانوں کے مابین ترجمہ نگاری کے سلسلے میں براہِ راست ترجمہ (Direct Translation) اور

(Oblique Translation) کے طریقۂ کار کو روشناس کرایا۔

براہِ راست ترجمہ نگاری کے حوالے سے انہوں نے تین اقسام بتائی ہیں۔

۱۔ Borrowing

ترجمہ کرتے ہوئے S.L کے الفاظ کو براہِ راست T.L میں منتقل کرنا تاکہ مقامیت کا عنصر نمایاں رہے۔

۲۔ Calque.

یہ ترجمہ نگاری کی ایک قسم ہے جس کے تحت S.L کے تاثر کو حقیقی (Literal) انداز میں (T.L) میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور اس میں تھوڑے بہت فرق سے معنی کی تبدیلی بھی کی جاتی ہے۔

۳۔ Literal Translation

ترجمہ نگاری کی یہ قسم اس وقت بروئے کار لائی جاتی ہے جب زبانوں کے مابین لسانی اور ثقافتی تعلق ایک جیسا ہو۔

اسے لفظ سے لفظ (word to word) ترجمہ نگاری بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ Vinay اور Darbelnet نے ترجمہ نگاری کی اس قسم یعنی Literal Translation کو قابلِ قبول قرار نہیں دیا کیونکہ ساختیاتی اعتبار سے ناممکن ہے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے ترجمے کے سلسلے میں نئی حکمتِ عملی متعارف کرائی جو کہ Oblique Translatin کہلاتی ہے اور اس کے چار طریقۂ کار ہیں:

۱۔ Transposition

کسی زبان کے خیال (Sense) کو تبدیل کیے بغیر (Part of speech) کو تبدیل کرنا

۲۔ Modulation

اس طریقۂ کار کے مطابق Sematic نقطۂ نظر سے S.L میں تبدیلی کی جاتی ہے۔

۳۔ Equivalence

جب دونوں زبانوں کے ترجمے کے عمل میں ایک ہی طرح کی سرگرمی یا حالت

بیان کرنا مقصود ہو تو ہم پہلے Equivalence عنصر کو آزمایا جاتا ہے یہ Idioms اور Proverbs کے ترجمے کی صورت میں مددگار ہے۔

۳۔ Adaptation

یہ طریقہ کار اس وقت زیادہ قابل عمل تصور کیا جاتا ہے جب ثقافتی وسیلہ دوسری زبان (T.L) میں میسر نہ آئے۔

J.C.Catford نے format Correspondence اور Textual equivalence کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اور وہ فن ترجمہ نگاری کو لسانیات کا عمل کہتے ہیں اور اس حوالے سے انہوں نے ایک کتاب A Linguistic Theory of Translation بھی لکھی۔ جس میں انہوں نے ترجمہ نگاری کا تعلق لسانیات سے جوڑا ہے۔ ان کے نظریے کے مطابق:

> Translataion is an opration performed on languages: a process of substituting a text in one language for a text in an other . Clearly, then , any theory of translation must draw upon a theory of language- a General linguistic theory . General Liguistic is,

> primarly, a theory about how languages work. (J.C Catford) (14)

ترجمہ زبانوں کے حوالے سے عمل جراحی کی طرح ہے گویا ایک متن کا دوسری زبان میں ہو بہو انتقال ہے چنانچہ ترجمہ کا جو نظریہ ہے اس کا تعلق لسانیات سے بنتا ہے۔ جسے ہم عام لسانی نظریہ کہیں گے۔ جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ زبان سے کس طرح کام لیا جاتا ہے۔

۱۔ Formal Correspondent. mean's
If a word, class, unit, element of structure etc;of T.L occupies the nearest possiblity of S.L, lit is called a formal cossrspondent.

۲۔ Textual Equivalent. means,
If any T.L text or portion of text whic is observed on a particular occasion to be equivalent of a given S.L text or portion of the text, this typ of text is called textual equivalent.

ترجمہ کو اطلاقی لسانیات کی ایک شاخ کہا گیا ہے اس تناظر میں جب ہم بات کریں گے

تو پھر ہمیں چارٹ کی مدد سے یہ دیکھنا ہوگا کہ زبان کس طرح سے ذریعۂ اظہار بنتی ہے۔

What is Language

Languae way of Communication

Spoken	Written
Registers	Genres
Way of Taking in different situations	Sovial convention of writing
Baby talk, teacher's talk	Poetry, Novel Prticle etc.

جب ہم کسی زبان کا لسانیاتی جائزہ معنی پر بحث کریں گے تو پھر ہمیں زبان کے متن (Text) کی جانب رجوع کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ زبان کی نوعیت مختلف طرح کی ہوتی ہے زبان کا ثقافتی پہلو کینڈا کہلاتا ہے جبکہ زبان کے فنی پہلو کو عنصر یا (Disourse) کہا جاتا ہے۔

بول چال یا گفتگو کے مختلف انداز رجسٹر (Register) یا سانچے کہلاتے ہیں مثلاً مختلف طبقات کا انداز گفتگو جو کہ ایک دوسرے سے مختلف ہوگا اسی زمرے میں شامل ہے۔ مختلف طبقات کی باہمی گفتگو کے مختلف سانچے یا (Register) میں معنویات (Semantic) نشانیات Semiotics اور تاثیریات Pragmatics کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ گویا یہ دیکھنا ہوگا کہ لفظ اور معنی کا ایک دوسرے سے کیا تال میل یا تعلق بنتا ہے۔ اسی طرح سے ادبی تحریری زبان کا اسلوب یقیناً مختلف ہوا

ہے انہیں لسانیات کی رو سے کینڈے یا (Genre) کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے M.A.K Halliday نے زبان کا سماجی اور ثقافتی تعلق نظریہ پیش کیا۔ انہوں نے زبان کے سانچے یا (Register) کے تین بنیادی عناصر بتائے ہیں۔

۱۔ Field:

What is being written about.

۲۔ Tenor:

Form whom and to who is Communication taking place.

۳۔ Mode:

The form of Communication.

"In the 1990, discourse analysis came to prominence in translation studies . Holiday model of discourse analysis, on based what he term"Systemic Functional Grammar,is geared to study of languages as communication".(15) (Holiday)

1990 میں ترجمہ نگاری میں مختصر یا اسلوبیاتی حوالے سے تجزیے کی پیش رفت ہوئی جسے ہالیڈے نے متعارف کرایا جس میں انہوں نے زبان کی ساخت کو گرامر کی رو سے کسی منصوبہ بندی کے عمل کے ماتحت دیکھنے کا نظریہ پیش کیا۔ کہ زبان کی ابلاغی صورت حال کا جائزہ لیا جائے۔

ہالیڈے کے نظریے کے مطابق Field کا تعلق کسی تحریر/متن کے اضافی معنی کے ساتھ بنتا ہے مثلاً ورب Verb کی اقسام، Passive ' Active وغیرہ جبکہ Tenor کا متن کے ساتھ تعلق Interpersonal meaning کو Verb/Adverb سے بنتا ہے جبکہ Mode کا تعلق متن کے مطالب سے بنتا ہے۔

زندگی کے مختلف شعبوں سے وابستہ افراد اپنے اپنے انداز سے زبان کا استعمال کرتے ہیں جسے ہم ان کے پیشے کے اعتبار سے مخصوص کرتے ہیں مثلاً صحافتی زبان، قانونی زبان، دفتری زبان، سائنسی زبان، ادبی زبان وغیرہ وغیرہ۔ زبان کا یہ استعمال یا انداز لسانیات کی رو سے (Discourse) یا مختصر کہلاتا ہے۔ گویا زبان کا ایسا استعمال جسے کوئی خاص گروہ با آسانی سمجھ سکے کیونکہ جب مختلف طبقات کی زبان تحریری صورت میں سامنے آتی ہے تو وہ الفاظ، جملوں۔ جملوں کی ساخت اور نحو کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتی ہے۔

کسی زبان کے مزاج کی دریافت اگرچہ مشکل معاملہ ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جس زبان میں ترجمہ کرنا مقصود ہو اس زبان کے ماضی اور حال سے ادراک اور احساس کو قبول کیا جائے۔ کیونکہ الفاظ، جملوں کی ساخت اور اصطلاحات

کے استعمال کرنے کے عمل میں زبان کا مزاج پوشیدہ ہوتا ہے۔

زبان کے انداز زبان کا مطلب یہ ہے کہ ایک زبان کو مختلف طبقات الفاظ اور محاوروں کو مختلف طرح سے بولتے ہیں۔ ایک ہی جملے کو بسا اوقات مختلف گروہ یا طبقات کے افراد جب بولیں گے تو ان کا انداز بیاں اُنکے لہجے، انکی ادائیگی، تلفظ اور جملے کی ساخت سے ان کے سماجی رتبے کا احساس نمایاں ہوتا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت زبان کا فرد کی نفسیات کے مطابق ہم آہنگ ہونا بہت ضروری ہے جیسا کہ ڈراموں یا فلموں کی ڈبنگ (دوسری زبان میں منتقلی کے عمل میں کیا جاتا ہے یعنی نوکر کا کردار ادا کرنے والا کس طرح کی زبان یا جملہ ادا کرے گا۔ اگر ڈرامے یا فلم میں ہیرو بولتا ہے تو اس کی زبان کیسی ہوگی۔ ترجمہ کرتے وقت زبان کے اس پہلو کو مدنظر رکھنا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

T.Language یعنی۔ جس زبان میں ترجمہ کرنا مقصود ہو۔ اس کے مزاج کو جاننا سمجھنا از حد ضروری ہے کیونکہ ہر زبان میں جملے بنانے کا اپنا انداز اور طریقہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ جملے میں قولِ محال (paradox) یا جملہ معترضہ کا ہونا۔ ایسے میں مترجم کو چاہیے کہ وہ زبان کے مزاج کے مطابق ترجمے کو ڈھالے، ایسے الفاظ، مرکبات اور تراکیب سامنے لائے جو اصل متن کی روح سے ہم آہنگ ہوں۔ جملے بے ربط نہ ہوں۔ ان باتوں پر توجہ برتنے سے مترجم ایک نیا اسلوب دریافت کرسکتا ہے۔ جس سے نئی زبان وجود میں آسکتی ہے اور زبان اظہار کی تخلیقی سطح تک بھی پہنچ سکتی ہے۔

حوالے

۱۔ T. Tymoczk, (Essay) (Translation & Meaning) Philosophical and linguistic approaches. Edited by F. Guenttner and GuenttnerRentter, Newyork. Newyark University press 1978, Page. (29)

۲۔ خلیل صدیقی، پروفیسر، آواز شناسی، بیکن بکس، گلگشت کالونی ملتان، اشاعت ۱۹۹۳ء، ص ۱۱۱

۳۔ جمیل آذر، پروفیسر، سیمپوزیم، اقلیم اور تعلیم، ماہنامہ کاغذی پیرہن لاہور، جولائی اگست ۲۰۰۸ء، ۳/۱۷ ساہیوال ڈی شالیمار لنک روڈ لاہور، ص ۱۹

۴۔ Derrida, Jacques, "Structure, Sign and Play" in writing and difference. Wikipedia, the free encyclopidia. P:350,

۵۔ Das. Bija Kumar, A Hand Book of Translation, Atlantic Publisher's and Distributor's, B-2 Vishal Enclave, opp, Rajouri Garden New Dehli. P: 353

۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، مضمون "سٹرکچر اور پس سٹرکچر"، مشمولہ "معنی اور تناظر"، مکتبہ نردبان، سرگودھا، ۱۹۹۸ء، ص ۱۰۲-۱۰۳

۷۔ مطلوب احمد یار، سیمپوزیم، اقلیم اور تعلیم، ماہنامہ کاغذی پیرہن لاہور، جولائی اگست ۲۰۰۸ء، ۳/۱۷ ساہیوال ڈی شالیمار لنک روڈ لاہور، ص ۱۷

۸۔ ڈیوڈ کرسٹل، لسانیات کیا ہے، نگارشات، میاں چیمبرز، ٹمپل روڈ لاہور، مترجم: ڈاکٹر ضمیر احمد، اشاعت ۱۹۹۷ء، ص ۶۷

۹۔ عطش درانی، ڈاکٹر، تقابلی لسانیاتی تحقیق کے مسائل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، درسی کتاب، اشاعت، اپریل ۲۰۰۶ء، ص ۱۱-۱۲

۱۰۔ احمد سہیل، ڈاکٹر، مضمون ترجمہ نگاری کے چند پہلو، مشمولہ سہ ماہی سمبل، مدیر علی محمد فرشی، جلد ۲، شمارہ ۳/۴، جنوری تا جون ۲۰۰۸ء، زرانی مارکیٹ، شیخ بھاٹہ، راولپنڈی کینٹ، پاکستان، ص ۳۵۲

۱۱۔ Roman Jakobsn, on Linguistic aspect of translation, The Translation Studies Reader, Edited Lawrence Venuti, Published 200, New Fetter Lan London. P:113

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ J. C. Catford. "A Linguistic Theory of Translation", Oxford University Press, 1965, P-1

۱۵۔ Mohammad Ahmed, "Translation theory and Practic, M. Phil Thesis, Department of English B. Z. U. Multan, 2004, P-39

ترجمہ کے بارے مختلف نظریئے

(Theories of Translation)

ترجمہ زبانی اور تحریری انداز سے بہت قدیم فن چلا آرہا ہے۔ ماضی سے اب تک فنِ ترجمہ نگاری کے طریقوں پر اختلاف کی وجہ سے مباحث جاری ہیں ان مباحث نے ترجمہ نگاری کے بارے میں مختلف نظریات کو جنم دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فنِ ترجمہ نگاری کے حوالے سے کوئی ایک نظریہ قطعی نہیں ہے اور ہر جگہ کارآمد بھی نہیں۔

ابتدا میں ترجمہ نگاری کو غیر اہم' کم درجے کا کام تصور کیا گیا۔ اس لیے کہ اس کے بارے خیالات و نظریات بھی روایتی تھے جس طرح تہذیبیں اور اقوام عروج زوال کی منزلوں سے گزرتی ہیں اسی طرح علوم و فنون کا ورثہ بھی منتقل ہوتا رہتا ہے۔ یونانی تہذیب جب عروج پر تھی تو یونانی علم' فلسفہ' حکمت دنیا کی دوسری اقوام تک ترجمے کے وسیلے سے پہنچا اہلِ عرب کو جب ترقی نصیب ہوئی تو انہوں نے یونانی علوم سے استفادہ کیا بعینہٖ جب یورپین اقوام نے ترقی کی عربی زبان کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کی زبانوں کے علوم انگریزی فرانسیسی جرمن زبانوں میں ترجمہ کیے گئے۔

عہد بہ عہد ترجمے کا عمل جاری رہا مگر ترجمے کو کبھی تخلیقی اور کبھی "میکانکی" عمل کہا جاتا رہا۔ بیسویں صدی میں فنِ ترجمہ نگاری کے حوالے سے نیک فال ثابت ہوئی ہے اس صدی میں زندگی کے دیگر شعبوں' علوم و فنون میں تبدیلی' نظریات خیالات میں تبدیلی کے عمل نے فنِ ترجمہ نگاری کو ایک اہم اور قابلِ ذکر کام میں شمار کیا اس کی

وجہ لسانیات کے بدلتے اور ترقی کرتے متنوع نظریات' ادبی تنقید میں تبدیلی' فلسفیانہ غور و فکر کے ساتھ ساتھ سماجی' سیاسی' نفسیاتی' ثقافتی محرکات بھی ہیں جن کی وجہ سے ترجمہ نگاری کے بارے میں ترسیت زبانوں کا مطالعہ' تخلیقی جوہر کی تلاش جیسے نکات پر زور دیا جانے لگا اور تراجم کا تجزیاتی مطالعہ کیا جانے لگا' تاہم فنِ ترجمہ نگاری کے حوالے سے ناقدین کی آراء میں اختلافی پہلو کچھ زیادہ ہی نمایاں نظر آتے ہیں اور کہیں کہیں اتفاقی خیالات و نظریات بھی سامنے آتے ہیں جن کی وجہ سے فنِ ترجمہ کو جاننے سمجھنے میں قدرے آسانی بھی پیدا ہوتی ہے۔

محمد حسین آزاد کے خیال میں

> "ترجمہ اور تصانیف کے تجربہ کار جانتے ہیں کہ ان کی عبارت میں کسی زبان کا اصل لفظ جو اپنا مطلب بتا جاتا ہے سطر سطر بھر عبارت میں ترجمہ کریں تو بھی وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو مجموعہ خیالات کا اور اس کے اضافات و لوازمات کا اس ایک لفظ سے سننے والے کے سامنے آئینہ ہو جاتا ہے وہ ہماری سطر بھر پورا نہیں ہوتا"۔(1)

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ فی الحقیقت مشکل عمل ہے کیونکہ دوسری زبان کا لفظ کی تہہ تک پہنچنا ازحد اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ ہر زبان کے الفاظ ہی اس کا سرمایہ ہوتے ہیں جو کہ اپنا مخصوص لسانی و ثقافتی پس منظر رکھتے ہیں جن سے مکمل ادراک کے بغیر کامیاب ترجمہ ممکن نہیں ہوتا۔

انگریزی زبان میں ترجمہ نگاری اور اس عملی صورت کے حوالے سے سرو

(Cicero) اور ہورلیس (Horace) کے نام بہت اہم ہیں اگر چہ ترجمہ نگاری اور عملی پہلوؤں سے بحث بیسویں صدی کے آغاز سے شروع ہو چکی تھی لیکن بحیثیت مضمون یہ بیسویں صدی کے دوسرے نصف (1950-2000) میں سامنے آیا۔ اس سے پہلے محض زبان سیکھنے کے سلیبس کا ایک معمولی جز وتھا۔ اٹھارھویں صدی سے بیسویں صدی کے نصف تک گرامر کی رو سے ترجمہ نگاری کا طریقہ کار غالب رجحان رہا اور انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو یہ طریقہ یعنی (Translation Grammar) کا طریقہ کلاسیکل سنسکرت، فارسی، عربی اور اردو زبانوں کے لیے استعمال کیا۔ اس طریقہ کار میں گرامر کے اصولوں اور دوسری زبان کی ساخت کو سمجھنے پر زور دیا گیا۔ اس سے بھی بیشتر لفظ بہ لفظ اور مفہوم سے مفہوم ترجمہ پر زور دیا جاتا رہا ہے مگر لفظی ترجمے کے بجائے مفہوم بہ مفہوم (Sense to Sense) کے طریقہ کار کو فروغ ملا۔ 1950ء اور 1970ء میں انگریزی زبان کی تدریس میں ترجمہ نگاری کے لیے براہ راست Direct method یا ابلاغی طریقہ (Communicative Approach) متعارف ہوا۔ جس میں نئی زبان سیکھنے اور اس زبان کے ماحول اس کی صلاحیت کو جاننے کے لیے ہو بہو ترجمے کی ضرورت پر زور دیا جاتا رہا۔ ترجمہ نگاری کے ضمن میں امتیازی جائزہ (Contrastive Analysis) کا مضمون بعد میں متعارف کرایا گیا جس میں دو زبانوں کے مابین امتیازات کا مطالعہ کیا جاتا رہا ہے تا کہ ترجمہ کے عمومی اور مخصوص اختلافات کی نشاندہی کی جا سکے۔

۱۷ویں صدی میں انگلستان میں "Denham" ، کاؤلے

(Cowley) اور ڈرائیڈن نے ترجمہ نگاری کے نظریے بارے اہم پیش قدمی کی۔ ڈرائیڈن (Dryden) نے ترجمے کو تین درجوں میں تقسیم کیا۔ جس بارے میں پی۔ جے کار لکھتے ہیں۔

It was John Dryden, who in his preface of Ovid's Epistress (1680) underlined three basic types of translation:

i. Metaphrase, or turning and author word by word and line by line, from one lanjuage in to another,

ii. Paraphrase, or translation with latitude, the ceceronian' sense-for sense' wew of translation;(iii) imitation, where the translator can abandon the text of the (۲) original as he sees fit.

(i)۔ Metaphrase

یعنی ایسا ترجمہ جو لفظ بہ لفظ ہو یا عبارت کے اعتبار سے مطابقت رکھتا ہو۔
یعنی اس کا تعلق ہو بہو ترجمہ سے ہوتا ہے۔

(۲)۔ Paraphrase

یعنی الفاظ میں ترجمہ کرنے کا عمل جس میں مترجم مصنف کو ذہن میں رکھ کر ترجمہ کرے گویا الفاظ اپنے ہوں مگر مفہوم تبدیل نہ ہو۔

(۳)۔ Imitation

ترجمہ کی ایسی کوشش جس میں لفظ اور مفہوم دونوں کو چھوڑ کر ترجمہ کیا جائے۔

برطانیہ میں انیسویں اور بیسویں صدی میں T.Language کی صورت (Form) اور S.Language کی تحریر کے درجہ (Status) پر توجہ مرکوز کی گئی اس حوالے سے ہومر (Homer) کے ترجمے پر میتھیو آرنلڈ (Mathew Arnold) اور Francis Newman کے درمیان اختلاف بھی رہا۔ نیو مین (Newman) نے فرسودہ ترجمہ کے ذریعے کام کی اجنبیت Foreigness پر زور دیا ہے۔ جس کی Mathew Arnold نے شدید مخالفت کی۔

مترجم میتھیو آرنلڈ نے ہومر کے ترجمہ کے حوالے سے ایک لیکچر میں کہا ہے (1822-1888)

Let not the translator, then trust to his notions of what the ancient Greeks would have thought of him; he will

lose himself in the vgue. Let him not trust to what the ordinary English reader thinks of him. He will be taking the blind for the guide. Let him not trust to his own judgement of his own work. He may be missed by individual caprices, Let him as how his work affects those who both know Greek and can appreciate poetry. (3)

میتھیو آرنلڈ شفاف ترجمہ کے طریقہ کار کی حمایت کرتا ہے۔ ہوا ایسے مترجم پر اعتماد کرنے پر زور دیتا ہے جو Target Translation T.T کا SourceTranslation پر اثرات کے موازنے کی قابلیت رکھتا ہو۔

فنِ ترجمہ نگاری کے حوالے سے لسانیات کا رشتہ 1950ء اور 1960ء میں جڑتا دکھائی دیتا ہے اور اس دوران ترجمہ نگاری کے نظریات اور اصول وضع ہوئے۔ Peter، J.C Cattord، Teodore Savory، Newmark، Eugene Nida، George Stener اس ضمن میں اہم نظریہ سازوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

Savory (1957ء) میں اپنی کتاب "The Art of Translation" میں لکھتے ہیں:

"Translation should be able to pass itself of as an original and show all the fresness of an original composition"(4)

گویا ترجمہ کچھ اس طرح سے ہونا چاہیے کہ وہ اصل متن کے قریب قریب اور اس میں اصل متن کی سی تازگی برقرار رہنی چاہیے۔

Savory نے ترجمہ نگاری کے سلسلے میں مختلف نظریات رکھنے والے نظریہ سازوں (Theoriticians) کے حوالے سے رائے کچھ یوں اخذ کی ہے۔

o- A Translation must give the words of the original.

ترجمے میں اصل کا سا انداز ہونا چاہیے۔

o- A Translation must give the ideas of the original

ترجمے میں اصل زبان کے نظریات کی مکمل ترسیل ہو

o- A Translation should read like an original work.

ترجمہ ایسا لگے کہ گویا طبع زاد تحریر ہو۔

o- A Translation should like a translation.

ترجمہ ترجمہ ہی ہونا چاہیے۔

o- A Translation should reflect the style of

the original

ترجمے میں اصل متن کا اسلوب نگارش بھی ہونا چاہیے۔

o- A Translation should possess the style of the translator.

ترجمے میں مترجم کا انداز بھی جھلکنا چاہیے

o- A Translation should read as a contemporary of the original.

ترجمہ ایسا ہو کہ وہ لگے کہ وہ اسی دور میں ہوا ہے۔جس دور میں اصل کتاب لکھی گئی۔

o- A Translation never read as contemporary of the translator.

ترجمے کو ایسا نہیں لگنا چاہیے کہ ترجمہ نگار کے دور کے اثرات نظر آئیں۔

o- A Translation of verse should be in prose.

شعر کا ترجمہ نثر میں ہونا چاہیے۔

o- A Translation of verse should be in verse.

شعر کا ترجمہ شعر میں ہی ہونا چاہیے۔

فن ترجمہ کے حوالے سے مختلف آراء میں۔جس بات پر زیادہ اتفاق ہے وہ ہے متن (Text) کی اصلیت کا بہر طور برقرار رہنا۔یا یہ کہ ترجمہ طبع زاد ہو ترجمے میں اصل زبان کے نظریات کی ترسیل بھی ضروری عمل ہے۔البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ

ترجمہ شعر کا شعر کی صورت میں ہو یا نثری پیرائیہ اظہار ہو۔

اگر چہ ترجمہ نگاری کے موضوع پر مبنی تحریروں میں بڑا مسئلہ "Judgement" یعنی معیار کا رہا ہے جو کہ بہم ذاتی اور انفرادی ہے۔ انہی وجوہات کے رد عمل میں بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں فن ترجمہ میں لفظ بہ لفظ اور آزاد ترجمہ کے اصولوں کو از سر نو واضح کرنے کی بہت سی کوششیں کی گئیں۔

رومن جیکوبسن Roman Jakobson کا مضمون "On linguistic aspects of Translation" نے ترجمہ نگاری کو لسانیات کی روشنی میں دیکھتے ہوئے تین بنیادی نکات واضح کیے ہیں: (۵)

o- Intralingual translation

جس کا مطلب ہے لفظی علامتوں کو لفظی علامتوں کے تبادل کے طور پر ترجمہ ہونے والی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔

o- Interlingual Translation

جس کے معنی ایک زبان کے مطلب کو دوسری زبان میں تشریح یا آزاد ترجمہ کی صورت میں کیا جائے۔

o- Interremiotic Translation

یعنی کسی زبان کے لفظی مطالب کو دوسری زبان کے غیر لفظی یا علامتی طور پر مطالب بیان کرنا۔

رومن جیکوبسن معنی اور مساوات (Meaning & Equivalence) کے

ساتھ ساتھ زبان کے فطری لسانی مفہوم (Nature of Linguistic) کو بھی اہم سمجھتا ہے۔

چامسکی (Chomsky) نے ترجمہ نگاری اور جدید لسانیات کی رو سے اپنا نظریہ پیش کیا جسے "Translational Genrative Theory" کہا جاتا ہے۔ جس نے لسانیات اور ترجمے کے لسانی نظریے پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں:

> "Kernel sentences; which are simple active, declaration sentences that require the mininum of transformation, 'Kernel sentenes' are the level at which the message is transfered into the recepter language before being transformed into the surface structure in three stages: Literal transfer; Minimal transfe and literary transfer; (6)

ان کے پیش کردہ نظریے کے تین اہم نکات کچھ یوں ہیں۔

(ا)۔ Phrase ساختیاتی اصول (Structure rule) اندرونی (Deep structure) کو جنم دیتا ہے۔

(۲)۔ جبکہ Deep Structure یعنی اندرونی ساخت ٹرانسفارمیشنل قوانین کے ذریعے تبدیل ہوتا ہے۔ اصل الفاظ سادہ انداز میں پیش کیے جانے چاہیے۔ جو اصل کہا گیا ہو اسی کو اساس بنا کر ترجمہ کیا جانا چاہیے۔ ترجمے کے تین درجے ہوتے ہیں لفظی ترجمہ، کم سے کم ترسیل یا ادبی ترسیل۔

(۳)۔ حتمی (Final Surface structure) جو بذات خود صوتی Phonological اور Morphemic اصول سے متعلق ہے۔ چامسکی نے جو نظریہ متعارف کرایا ہے اس میں ساختیاتی تعلقات (Structure Relation) بتائے گئے ہیں انہیں چامسکی نے انسانی زبان کا عالمی خاصہ (Universal Feature) کہا ہے۔

چامسکی کے خیال کے مطابق (Sturcture) کی بنیا (Kernel Sentences) یعنی بنیادی ضرورتیں ہیں جو سادہ، متحرک اور بیانیہ جملے ہیں جنہیں کم سے کم تبدیلی (Transforomation) کی ضرورت ہوتی ہے۔

چامسکی کے مطابق Kernal یعنی ضروری جملے وہ درجہ ہیں جس پر پیغام کو ظاہری یا سطحی ساخت (Structure) کے تین درجوں یعنی

(۱)۔ مفہوم کی ہو بہو تبدیلی (Literal transfer)

(۲)۔ معمولی تبدیلی (Minimal Transfer)

(۳)۔ ادبی تبدیلی (Literary Transfer) میں تبدیل ہونے سے پہلے (Recepter) یعنی پیغام وصول کرنے والے کی زبان میں تبدیل ہوتا ہے۔

ندا کی Translation theory اس کے اپنے عملی کام سے واضح ہوئی جب

وہ بائبل کا ترجمہ کر رہا تھا اس کی منظم پروچ میں نظریاتی پہلو اور اصطلاحات کے ساتھ ساتھ نوم چامسکی کے نظریے کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔

ندا نے بہت سے سائنسی توجیہات کو بھی بیان کیا ہے۔ جس کو فن ترجمہ نگاری کے نظریہ سازوں نے Semantics (معنویات) اور Pragmatics (زبان کا گرامر سے تعلق) میں عملی طور پر استعمال کیا ہے۔ اس نے چامسکی کی ماڈل کے اہم فیچرز کو اپنے نظریے کی سائنس میں ضم کیا ہے ندا نے ترجمہ نگاری کے ضمن میں تین نکات بیان کیے ہیں۔

۱۔ The Source text reduced to its kernels.

یعنی اصل متن کی روح

۲۔ The meaning of the S.Language gets transfered to the T.Language and;

ترجمہ اس انداز کا ہو کہ ترجمہ ہونے زبان میں اس کے مطالب بیان ہو جائیں

۳۔ The generation of the stylistically and semantically equivalent expression in the T.Language takes place.

جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہو اس کا انداز خوبصورت اور بلیغ ہو۔

جبکہ ندا نے ترجمہ نگاری کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ Formal رسمی مساوات/ترجمہ

Equivalence

۲۔ (رواں ترجمہ)

Dynamic Equivalence

Formal Equivalence جسے Gloss translation بھی کہا جاتا ہے میں مترجم کوشش کرتا ہے کہ (Literally) یعنی ہو بہو اور بامعنی ضرورت ہو۔ گویا مترجم متن (Text) کی ہیئت Form اور (Contant) متن کا ہر صورت میں خیال رکھے۔

جبکہ Dynamic Equivalence کے سلسلے میں متن (Text) کا حقیقی تاثر (Complete Naturalness) اہم مقصد ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ندا نے اپنے نظریہ ترجمہ نگاری کے ضمن چار اہم باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ Making Sense. تفہیم

۲۔ Having a Natural and easy form of expression.

فطری اور برجستہ اظہار

۳۔ Conveying the spirit and manner of the original

اصل روح اور اسلوب کی ترسیل

۴۔ Producing a similar response in T.Language.

جس زبان میں ترجمہ ہو رہا ہو اس میں مطلب واضح ہو۔

ندا نے ترجمہ نگاری میں Receptor based یعنی پیغام وصول کرنے والے کی دلچسپی کو بھی متعارف کرایا ہے۔ ندا کے پیش کردہ ماڈل کا خاکہ ملاحظہ ہو: (۷)

Source Language Text   Recepto Language Translation

Analysis   Restructuring

Transfer

نیو مارک (New Mark)1981ء

نیو مارک کے فن ترجمہ نگاری کے مطابق S.Language اور Target Tanguage کے مابین ہمیشہ خلا رہے گا جو ترجمہ نگاری کے عملی پہلو کے حوالے سے ایک بڑا مسئلہ ہے۔ نیو مارک Semantic یعنی معنویات اور Communivcative یعنی ابلاغی ترجمہ کے ساتھ پرانی اصطلاح کو Replace مطلب ختم کر کے اس خلا کو کم کرنے کی تجویز دیتا ہے۔

"Communicative translation attempts to produce on its reader's

an effect as close as possible to that obtained on the reader's of the original, Sementic translation attempts to sender, as closely as the sementic and syntac structures of the second language allow the exact contextual meaning of the original". (8)

ابلاغی ترجمہ وہ ہوگا کہ قارئین مکمل طور پر مفاہیم کا ادراک کر سکیں۔ Communivative ابلاغی ترجمے کا مقصد قارئین پر تقریباً ہو بہو یا ملتے جلتے اثرات مرتب کرتا ہے جتنا کہ اصل تحریر کے قارئین پر ہوتا ہے۔ نیو مارک اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ Semantic ترجمہ نگاری ہو بہو ترجمے سے مختلف ہے کیونکہ اس میں Context Situation یعنی حالات کا خیال رکھا جاتا ہے اور وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ تلمیح اور استعارے کی بھی تشریح کی جاتی ہے جبکہ ہو بہو ترجمہ یعنی لفظ بہ لفظ تشریح میں لفظوں اور ان کی ترتیب پر زور دیا جاتا ہے۔

ہو بہو ترجمہ Literal Translation کو "Semantic" اور Communicative (ابلاغی) ترجمے کے لیے بہترین نظریہ سمجھا گیا ہے نیو مارک کے مطابق لفظ بہ لفظ ترجمہ نہ صرف بہتر بلکہ ترجمے کا جائز طریقہ ہے۔

پیٹر نیو مارک (Petter Newmark) نے اپنی کتاب "Approaches

to Translation" میں بتایا ہے کہ ادبی ترجمے کی اہمیت اس کی رسمی عناصر میں ہے اور غیر ادبی ترجمے کی اہمیت اس کے حقیقی 'واقعاتی Content میں ہے۔

بیسویں صدی کے نصف میں ہی فن ترجمہ نگاری میں تبدیلی عمل (Shift Approach) کا نظریہ متعارف کرایا گیا۔ جسے دو فرانسیسی نظریہ سازوں اور ماہرین لسانیات نے واضح کیا۔ جن کے نام ونی (Viny) اور ڈاربلنٹ Darbinet ہیں۔ جسے وہ براہ راست ترجمہ یعنی Direct Translation اور مبہم ترجمہ (Oblique Translation) کا نام دیتے ہیں ان دونوں حکمت عملیوں کے لیے انہوں نے سات طریق کار بتلائے ہیں جن میں تین براہ راست Direct translation کا احاطہ کرتے ہیں۔ یہ سات طریقہ ہائے کار حسب ذیل ہیں:(۹)

۱۔ Borrowing---------------مستعار
۲۔ Calque---------------الفاظ مستعار کرنے کی خاص قسم
۳۔ Literal Translation-------------لفظ بہ لفظ ترجمہ
۴۔ Transposition-------------تبادل لفظ کی ترسیل
۵۔ Modulation----------ترجمہ کرتے وقت پیغام میں ترمیم
۶۔ Equivalence-----------------مساوی یا ہم پلہ
۷۔ Adaptation---------------حالات کے مطابق ڈھالنا

جرمن فلاسفر مترجم کیٹ فورڈ (Catford)(1744-1803) نے ترجمہ نگاری کے ضمن میں اپنے نظریے کی بنیاد تقابلی لسانیات پر رکھی ہے اس کتاب

"A-Linguistic Theory of Translation" ترجمہ نگاری کے عمل میں تجزیے اور بیانیہ سے متعلق ہے۔ کیٹ فورڈ لکھتے ہیں:

> "It is necessary for translation theory to draw upon a theory of meaning without such a theory certain aspects of translation forcess cannot be discussed." (10)

ترجمہ کے تصور کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ مطالب کو بھی سامنے رکھا جائے اور اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو ترجمے کے کچھ پہلو تشنہ رہ جائیں گے۔

کیٹ فورد نے ترجمہ کو مختلف درجوں میں تقسیم کیا ہے مثلاً

Full Translation.

Partial Translation.

Total Translation.

Restricted Translation.

Rank-bound Translation.

Rank free Translation.

کیٹ فورڈ کے مطابق:

> "Translation is replacement of textual material in the source language by and equivalent textual material in the target language. What happens in translation is not the traference of S.D meaning into T.L, But a sustitution T.L meaning for S.L meaning".(11)

جدید ترجمہ نگاری کے ضمن میں 1970ء، 1980ء اور 1990ء کی دہائیاں بہت اہمیت رکھتی ہیں جن میں کسی زبان کا لسانی مطالعہ اور بعد میں متن کی اہمیت کو جاننے کے لیے زبان کی ساخت، ثقافتی بنیادوں تک رسائی کے علاوہ دیگر کئی محرکات شامل ہو گئے۔

Itamar Even Zohar نے 1970ء میں "Poly System theory" کی بنیاد رکھی جس کے بارے میں وہ وضاحت کرتے ہیں:

> "A system of function of literary order which is continual inter-relationship with other orders". (12)

ادبی انداز کا ایک طریقہ کار یہ ہے کہ اس کا دوسرے طریقہ کار سے تعلق جڑ سکے۔

Zohar کے مطابق ایک زبان تحریر کے اجزاء کو ذہن میں رکھتے ہوئے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا عمل کہلاتا ہے اور ذہن میں یہ بات ذہنی چاہیے کہ تحریر کے اجزاء سے کبھی قطع تعلق نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وقتی طور پر Communication کو محض رموز علامات کا استعمال سمجھا جائے جس کے ذریعے آدمی کسی دوسری کو زیر اثر کرسکتا ہے تو شاید Translation کو معنی (Meaning) کی بجائے دوسری زبان' (Unknown) انجان زبانوں سے شناسائی اور وہاں کے ادب' ثقافت کو جاننے سے انسانیت کے مشترکہ ورثے کو تقویت ملی ہے۔

ایذرا پاؤنڈ کا تعلق شاعری کے فلسفیانہ نظریے سے بنتا ہے اس کے نظریات فن ترجمہ اور لسانیات کے جن پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں ان میں وہ زبان کے تاثر' روانی' صوتی تاثر اور ہیئت کی بات کرتے ہیں انہوں نے خود بھی ترجمے کیے اور ترجمے کے قدیم اصولوں سے انحراف کیا۔

> "The translation of a poem having any depth ends by being one of two things: Either its is expression of the translator, Virtually a new poem, or it is as it were a photograph, as exact as possible of one side of the

> statue". (13) (Ezra Pound)

1990ء میں جدید ترجمہ نگاری کا رخ زبان کے اسلوبیاتی تجزیے / عنصر (Discourse Analysis) کی جانب ہو گیا۔ جس سے مراد کسی تحریر کے تجزیے میں جملے کی ساخت' ربط وضبط کا جائزہ لینا شامل ہے تاکہ کسی زبان میں مطلب ومفہوم کو معاشرتی تعلق کی طاقت کے تناظر میں جانچا جاسکے۔ اس حوالے سے سب سے زیادہ موثر انگریز اسلوبیاتی تجزیہ / عنصر (Discourse) کا ماڈل' ہالیڈے (Halliday) کا منظم عملی پیمانہ تجزیہ ہے۔ اس کے منظم عمل ماڈل نے زبان کے تعلق کو بطور ابلاغ ترقی دی ہے۔

> Register, or context of situation as it is formally termd, is the set of meanings, the configuration of semantic Patterns that are typically drawn upn under the specific conditions, along with the words and structures that are used in the realization of these meanings". (14) Halliday, 1978

ہالیڈے کے نظریہ ترجمہ کے مطابق سب سے پہلی چیز سانچا ہے جو تین متغیر (Variable) میں تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ذیل میں دیئے گئے اجزا پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔ Field: یعنی جو کچھ کسی کے بارے میں لکھا گیا ہو مثلاً ادائیگی (Delivery)

۲۔ Jenor: جس کا مطلب ہے جو بات کہی جارہی ہے یا جو بات کو آگے ابلاغی سطح پر پہنچائے، جس طرح ایک دکاندار اپنے گاہک سے بات کرتا ہے۔

۳۔ Mode: جس کا مطلب ہے ذریعہ/صورت جس سے ابلاغ کیا جائے مثلاً تحریر ہر سانچے کا متغیر (Variable) اپنے معنی (Meaning) کے سلسلے سے جڑا ہوتا ہے کسی تحریر کے معیار کے یہ اجزاء باہم مل کر Discourse Semantics کو واضح کرتے ہیں۔ جس کے تین Meta-Functions ہیں۔

۱۔ Ideational Meanings یعنی ایک تحریر کے Field کا تعلق Ideational Meaning سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

۲۔ Interpersonal Meaning یعنی ایک تحریر کے Tenor کا تعلق Interpersonal Meaning کہلاتا ہے۔

۳۔ Textual Meaning کسی تحریر کے Mode کا تعلق معنی متن کہلاتا ہے۔

کرسٹوفر نورس (Cristopher Norris) نے اپنی کتاب

ب "Deconstruction" میں ترجمہ نگاری کے عملی نظریے کی وضاحت کچھ یوں کرتے ہیں:

> "Deconstruction works at....... giddy limit suspending all that we take for granted about language experience and the 'normal' Possibilities of human Communication". (15)

De-Construction کے معنی کچھ یوں بنتے ہیں کہ لٹریچر یا فلاسفی کی زبان کا خاص طور پر اس لیے جائزہ لیا جائے کہ اس کے اجزا کی ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی نہیں۔ یوں ڈی کنسٹرکشن نے لسانیات کی اہم حدود میں سے کچھ کو تقسیم کر کے ٹکڑوں میں دیکھنا شروع کیا ہے۔

آندرے لیفیور Andre Lefever نے فنِ ترجمہ نگاری میں تاریخی اور ثقافتی نظریے کو اجاگر کیا ہے۔ ترجمہ بہ طرزِ تخلیقِ نو کا احیاء ایک طرح سے عمل ضابطہ بندی (System theory) کے طور پر روشناس کرایا گیا جس کا سہرا آندرے لیفیور (Andre Lefever) کے سر ہے۔ جبکہ انہوں نے فنِ ترجمہ نگاری میں لسانیاتی پہلوؤں کو رد کیا ہے۔ وہ لفظ سے متن (Text) کے تناظر میں اپنی بات پر

زور دیتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ اس بات کو بھی رد کرتے ہیں کہ زبان کے عمل میں پس پردہ کیا ہے؟ نہ صرف یہ بلکہ وہ اصل (Original) اور ترجمہ (Translation) کے مابین موازنے کے عمل کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔وہ فن ترجمہ نگاری میں ثقافتی جہتوں کو سامنے لانے کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ (Culture) ثقافت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔وہ ادب کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہیں۔

آندرے لیفیور (Andre-Lefevere) جنہوں نے ادب کے تقابلی مطالعے کے سلسلے میں یونیورسٹی آف ٹیکساس (آسٹن) امریکہ میں کام کیا ہے۔ان کا نظریہ (Polysystem theory) سے بہت حد تک ملتا جلتا ہے۔تاہم اس کے نظریات فن ترجمہ نگاری کے سلسلے میں ثقافتی جہتوں کی عمدہ نمائندگی کرتے ہیں۔جو کہ اس کی کتاب "Translation, Rewriting and the manipulation of literary Fame" (1992) میں سامنے آئے ہیں۔

آندرے لیفیور Andre Lefeverre کا کہنا ہے کہ ٹھوس حقائق کا تجزیہ کرنا چاہیے۔جن کا تعلق ادبی متن (Literery Text) کی مقبولیت یا اس کو رد کر دینے سے ہے وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ادبی ترجمے کا اثر عام قاری پر کیسا ہوتا ہے؟ اس سلسلے میں وہ Edward Fitzerald کی مثال دیتا ہے۔جس نے انیسویں صدی میں عمر خیام کی فارسی شاعری کا ترجمہ یا "تخلیق نو" کا کام کیا۔ Fitzerald نے ترجمے میں جس طرح سے آزادانہ انداز اختیار کیا ہے۔آندرے

لیفیور کے خیال میں ترجمہ کرتے وقت اس سے کہیں زیادہ آزادی لینی چاہیے تاکہ اصل (Original) کو مزید بہتر بنایا جا سکے۔آندرے لیفیور (Andre Lefevere) اس بات پر زور دیتا ہے کہ ترجمہ تخلیق نو کا عمل ہے۔اور ترجمے کا بھی پہلو بہت اہمیت کا حامل ہے۔کیونکہ اس سے ایک مصنف کا تاثر بہتر بنتا ہے۔

> "The Heuristic model a system approach to literature makes use of, rests on the following assumptions (a) Literature is a system, embedded in the environment of a Culture or society. It is a contrived system, i-e, it consists of both objects (texts) and people who write, refract, distribute, read those texts. It is a stochastiv system, i-e, one that is relatively interminte and only admits of predictions that have a certain degree of

probability, without being absolute.
It is possible (and general system theory has done this) as have some others who have been trying to apply a sytem in an abstract.(16)

آندرے لیفیور (Andre lefevere) نے (Literary System) کو تین بڑے عناصر میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ Professional within the literary system
۲۔ Patronage outside the literary System
۳۔ The Pominant Poetics.

o۔ پہلے عنصر (Factor) سے مراد ترجمے کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے والے تبصرہ نگار، مترجمین اور اساتذہ ہوتے ہیں جس کی مثال Fitzgerald کے عمر خیام کے تراجم ہیں جن کے اندر شعریت بھی ہے اور حقیقت پسندی بھی۔

o۔ Patronage ouside the literary system سے مراد ایسی خارجی طاقتیں یا عناصر ہیں (لوگ۔ افراد۔ ادارے، رسالے، پبلشرز) جو ترجمے کے بارے میں اپنی رائے دیتے ہیں کہ ترجمہ کیسا ہے؟

o۔ Pominant Poctics اس عنصر (Factor) سے مراد ادب / شاعری کا معاشرے کے ساتھ تعلق ہے۔ اور مختلف زبانوں کے ادب کے تقابلی مطالعہ (Poly system) کہلاتا ہے۔ جس میں شاعری کو پرکھنے جانچنے کے لیے

مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ بعض ادبی کتابیں Classic کلاسک کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں جنھیں بار بار خریدا پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ شعریت ہر حال میں شعریت رہتی ہے۔ اس کا تعلق جغرافیے کے ساتھ ساتھ نظریات سے بھی ہوتا ہے۔

حوالے

۱۔ آزاد محمد حسین "آبِ حیات" آزاد بک ڈپو لاہور ۱۹۲۹ء ص ۱۶

۲۔ Bijay Kumar Das, "A Hand Book of Translation, Atlantic, Publishers, & Distributors, B-2, Vishal Enclave, Opp Rajousi Garrden, New Dehli, P-104.

۳۔ Arnold Mathew, Extruct, "On Translating Hooner," Translation History/culture, Edited by Andre, Lefevere, Published 1992, by Routledge, 11 New Fetter Lane, London, Page, 68.

۴۔ Teore, Savaory, the Art of Translation, Londone Cape, 1957, P156

۵_ Roman Jokobson, " Onl Linguistic Aspects of Translation," Ed. R. A Drovert (New yark, oxford University press, 1968, P233

۶_ Mohammad Ahmed, (Quoted), "Translation theory and Practic, M. Phil Thesis, Department of English B. Z. U. Multan, 2004, P-28

۷_ Nida, Eugene, " A Toward a Science of Translating Leiden: E.J.Brill, 1969, P-68

۸_ New-Mark, Peter, "Approaches to Translation, Pregamon Press, Ltd Hedington, Hill Hall, oxford, OX3 Obw, England, P-7.

۹_ Jean-Paul Vinay & Jean Darbelnet, A Methodology of Translation, Published 1992 by Routledge 11 New Fetter Lan London. Page: 84 to 93

۱۰_ J.C.Catford, "A Linguistic theory of Translation, London, Oxford University Pres, 1965-P-7

۱۱_ Ibid.

۱۲_ Intmar-Even-Zohar, "The Position of translated Literature within the Literary Polysystem, Poetics Today (1990) 45-51, Reprinted by the permission of the Author in :the Translation studies Reder, Edited by Lawrence Venuti, London & New Yark by Routiedge, 200P P-193

۱۳_ Ezra Pound, www Nitro PDF Com P.87.

۱۴_ Halliday, WIP:11 www. Gogle.Com.

۱۵_ Mohammad Ahmed, (Quoted), "Translation theory and Practic, M. Phil Thesis, Department of English B. Z. U. Multan, 2004, Page: 45-46

۱۶_ Andre Lefevere, "Mother Courage's Cucumbers Tex, system and refraction in a theory of literature.Publised" The translation studies reader, Edited by lawsence venuti, 2000, New fetter lame, Londong, Page-235

ترجمے کی اقسام

فن ترجمہ نگاری کے روایتی طریق کار کے مطابق تو ترجمے کی دو اقسام ہیں

۱۔ ادبی ترجمہ ۲۔ غیر ادبی ترجمہ

ایک زبان کے متن کے لسانی ادبی حوالے سے دوسری زبان میں منتقلی کے اہم اجزا کے بارے میں ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز لکھتے ہیں:

> ''ادبی تراجم کے لیے ضروری ہے کہ یہ بامحاورہ کئے جائیں اور اپنی زبان کے روز مرہ' ضرب الامثال' تشبیہات' استعارات۔۔۔۔ اور رموز علامات سے کام لیا جائے تا کہ ترجمے میں ادبی رنگ آجائے اور تحریر طبع زاد نظر آئے۔ ادبی ترجمے میں ادبیت کا حامل ہونا ضروری ہے''۔(۱)

ادبی اور غیر ادبی ترجمے کا تعلق محسوساتی سطح (Sanse) اور اسلوب (Style) دونوں سے ہے۔لیکن غیر ادبی متن کی صورت میں محسوساتی سطح کے عمل پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔جبکہ ادبی ترجمہ کے ضمن میں اسلوب کو خاص اہمیت دی جاتی ہے اگرچہ اسلوب کی تلاش بجائے خود ایک مسئلہ ہے بہر حال ادبی تراجم میں مترجم ادب کے بنیادی اصولوں اور مقاصد کو ذہن میں رکھتا ہے۔ ادبی مواد کی ترجمہ میں مترجم کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اسے تخلیقی انداز میں T.L میں منتقل کیا جائے اور

اصل متن کی خوشبو کے احساس کو برقرار رکھا جائے۔غیر ادبی ترجمہ نگاری اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہ متن کے معنی دوسری زبان میں منتقل کر دیے جائیں۔

لفظی یا علمی ترجمہ:۔

اس طرح کے ترجمے کا موضوع علم وفن سائنس کی کوئی بھی کتاب ہو سکتی ہے۔جس میں آج کے دور کے علوم کی سب شاخیں شامل ہو جاتی ہیں۔علمی ترجمہ لفظی ترجمہ بھی کہلاتا ہے۔جس کے بارے میں پروفیسر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں:

> ''علمی' ادبی اور فنی مواد کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا خاصا دشوار کام ہے۔یہ کام وہی شخص صحیح طور پر کر سکتا ہے جو متعلقہ علم' صنفِ ادب یا فن کا ماہر ہونے کے علاوہ دونوں زبانوں پر مکمل طور پر قادر ہو''۔(۲)

> ''بسا اوقات اصطلاحات ترجمے کے ضمن میں مشکلات پیدا کرتی ہیں جنہیں متبادل لفظ نہ ملنے کی صورت میں بعینہٖ اپنا لیا جاتا ہے گویا ان تراجم میں سب سے اہم مسئلہ علمی اصطلاحات کے ترجموں کا ہوتا ہے کہ اصطلاحیں مسلمہ اصولوں کے مطابق وضع کی جائیں''۔(۳)

لفظی ترجمے کو اگرچہ ثقالت کی وجہ سے زیادہ پسند نہیں کیا جاتا۔لیکن خالص علمی' صحافتی' فنی و دیگر فنون کے بارے میں لفظی ترجمہ ہی کارآمد ثابت ہوتا ہے۔لفظ سے لفظ ترجمہ نگاری کے لیے "Rand Bound" کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔

صحافتی ترجمہ: اس کا تعلق بھی علمی ترجمے سے بنتا ہے اس کے لیے آزادیا کھلا ترجمہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ جس میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ ترجمہ "متن" کی مانند ہو۔ رواں ہو، سلیس ہو، صحافتی یا آزاد ترجمے میں مترجم کا کام مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ہے۔ ادبی ترجمہ نگاری میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ ترجمہ تخلیق مکرر محسوس ہو اور اس میں ثقافتی پہلو بھی نمایاں نظر آئے۔

ترجمہ۔۔۔ "تخلیقی اظہار" تخلیقی ترجمہ یا ترجمہ کی صورت میں تخلیقی اظہار بلاشبہ اس تحریر کو کہا جاسکتا ہے جو S.L سے T.L میں منتقل ہونے کے باوجود "ترجمہ سا" معلوم نہ ہو۔ یہ اگرچہ قولِ محال Parodox کی صورت حال ہے۔ جس کے بارے میں ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

"اعتدال کے ترجمے کو ہم تخلیقی ترجمہ بھی کہہ سکتے ہیں اس لیے کہ
جب اس کی تمام شرائط پوری ہو جاتی ہیں تو یہ صرف تقلید یا نقل
نہیں رہ جاتا بلکہ اس میں ایک فنی حسن پیدا ہو جاتا ہے" (۴)

اگر کوئی مترجم کسی "متن" کی محض تشریح نہیں کرتا بلکہ متن کے معنی کو اور زیادہ "بامعنی" بناتا ہے تو یہ بات ترجمہ نگاری کی کامیابی اور ترجمہ کی تخلیقی جہت کی طرف بھی ایک اشارہ ہے ایک کامیاب مترجم کبھی پر مکھی نہیں مارتا یعنی Text کا لفظی ترجمہ نہیں کرتا بلکہ وہ تخلیقی ترجمے کے لیے جو کبھی لڑائی لڑتا ہے۔ مگر وہی ترجمہ نگار جو تخلیقی شخصیت کا مالک ہو۔ ایک ایسا مترجم جو تخلیقی توانائی رکھتا ہو وہ ترجمے کو S.L کے Text سے T.L میں تخلیقی قوت سے مزین کر سکتا ہے۔ شاید یہی تخلیقی عنصر ترجمے کے وقار کو بڑھا سکتا ہے اردو زبان میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ جس کی بنا پر

ترجمہ نگاری کو "تخلیق نو" کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ بہت سے تراجم کے بارے میں ناقدین تحفظات کا اظہار کرتے رہے ہیں اور بہت سے تراجم کو "سطحی، ناکامیاب، نامکمل، سرقہ" لے پالک یا اخذ کیا گیا کے القابات سے نوازا گیا۔ مگر ترجمہ نگاری کا عمل رکا نہیں۔ شاید ترجمہ نگاری میں کچھ طلسماتی جادو ضرور ہے اور آج بھی بہت سے ترجمہ نگار تخلیقی ترجمے کی کمال تک پہنچنے کے لیے "گوہرِ واہر" کی تلاش میں ہیں۔

تخلیقی ترجمے کی اہمیت کے بارے میں آل احمد سرور لکھتے ہیں:

"ترجمے میں تخلیق کو از سر نو بنانا ہوتا ہے اس لیے امریکہ میں
ترجمے کے لیے دوبارہ تخلیق (Recreation) کا لفظ بھی
استعمال کیا گیا ہے۔ ترجمے کے ذریعے ہم دوسری زبانوں کے
افکار و اقدار سے آشنا ہوتے ہیں۔ مترجم کا کام صرف لسانیاتی
نہیں بشریاتی Anthiropological بھی ہے۔ یعنی اسے
صرف اصل زبان Source Language سے ہی
واقفیت ہی نہیں ہونی چاہیے بلکہ اسے زبان کی تہذیب اور
معاشرے سے بھی آشنا ہونا چاہیے"۔ (۵)

بیسویں صدی میں لسانیاتی سطح پر زبانوں کے مطالعاتی عمل بالخصوص ساختیات "Structuralism" پس ساختیات جیسے نظریات کی وجہ سے فنِ ترجمہ نگاری اور اس کی اقسام میں تبدیلیاں رونما ہو گئی ہیں زبانوں کے مطالعہ میں ترقی کے سبب ترجمہ میں تخلیق نو کے جذبے کی خواہش بھی عود کر آئی ہے اور مترجم کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے کہ صرف زبان پر مکمل گرفت رکھنے کے ساتھ ساتھ علم

بشریت کے علاوہ دیگر عوام سے بھی باخبر ہو۔ لہٰذا ترجمہ نگاری کے حوالے سے ناقدین جہاں مختلف مباحث کرتے رہے ہیں مثلاً لفظی ترجمے میں یعنی محسوساتی عمل کے حق اور مخالفت میں دلائل دیتے ہیں اب صوتیاتی ترجمہ، گرامر کے لحاظ سے ترجمہ آزاد ترجمہ، جزوی ترجمہ، مکمل ترجمہ Translation اور Transcription وغیرہ پر بھی توجہ مرکوز کرنا ہوگی۔ MC Guire لکھتا ہے:

> "In his useful article on vulgarization and translation, Gain Franco Folena Suggest that medieval translation might be described eiter as vertical, by which he intends translation into into the vernacular from a S.L, that has special prestige or Value (Ex. lahin) or, as horizontal, where both S.L and T.L, have a similar value (ex. Provencal into italian, Norman- french into English)".(6)

ا۔ جہاں ترجمہ نگاری کا تعلق مقامی زبان سے جڑتا ہے جس میں Source Language سے مقامی زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے اسے Vertical Translation کیا جاتا ہے مگر جہاں دونوں زبانیں S.L/T.L ایک ہی طرح

کی اہمیت رکھتی ہوں اسے Horizontal Translation کہا جاتا ہے۔ Vertical Translation اور Horizontal Translation میں فرق بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ کس طرح ترجمہ نگاری Coexistant (باہم) ایک دوسرے سے ادبی ترجمہ نگاری میں مختلف ہے۔ Vertical Interlinear Gloss ترجمہ نگاری کی دو شاخیں ہیں جبکہ Horizontal Translation میں شامل ہیں۔

١) Imitation- یعنی لفظ اور خیال کا آزاد ترجمہ جس میں مرضی کے مطابق الفاظ مستعار کم یا زیادہ لیے جاسکتے ہیں۔

٢) Borrowing- یعنی جس میں S.L کے لفظ کو براہ راست T.L میں منتقل کردیا جاتا ہے۔

Jon Dryden ترجمہ نگاری کے عمل کا از سر نو معیار متعین کر کے اس کی تین اقسام بیان کی ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔(۷)

1. Metapherase: Word by word and line by line translation, which coresponds to literal translation.
2. Paraphrase: Translation with latitude, where the author kept in view by the translator, so as never to be lost, but his words are not so strictly followed as his

sense. his involves changing whole phrases and more or less corresppnds to faithful or sense for sense translation.

3. Imitaion: Forsaking both words and sense; this corresponds to coley's very free translation and is more or less adaptation.

ڈرائیڈن کے بتائے گئے ترجموں کے تین طریقوں کے مطابق Metaphrase یعنی ایسا ترجمہ جس کا تعلق عبارت سے مطابقت رکھتا ہو۔ لفظ سے لفظ ترجمہ ہو Paraphrase سے مراد مصنف کو ذہن میں رکھ کر ترجمہ کیا جائے اس عمل میں الفاظ چاہے مترجم کے اپنے ہوں مگر ترجمہ کرتے وقت متن کا مفہوم تبدیل نہیں ہونا چاہیے جبکہ "Imitation" سے مراد آزادانہ ترجمہ ہے۔

بیسویں صدی کے وسط میں ترجمہ نگاری Shift Approach میں Viny اور Darbalnet نے Direct Translation اور oblique Translation کا طریقہ متعارف کرایا اور پھر انہوں نے ترجمہ کے سات طریقے بتائے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

۱)۔ Borrwing۔
۲)۔ Calque۔
۳)۔ Literal Translation
۴)۔ Tansposition۔
۵)۔ Modulation۔
۶)۔ Equivalence۔
۷)۔ Adaptation۔

رومن جیکبسن (Roman Jacobson) جو کہ امریکن ماہر ساختیات ہیں

انہوں نے ترجمہ نگاری کی تین اقسام بتائی ہیں:

1. Inter lingual
2. Intra lingual
3. Intersemiotic

ان کے نظریے "Signifier" کے مطابق یعنی زبان بولی جانے یا لکھی جانے والی شکل کے معنی کو اہمیت حاصل ہے جو مختلف زبانوں میں ادا کیے جاتے ہیں ان کے خیال کے مطابق زبانوں کے باہم ہم پلہ (Equivalence) ہونے میں کئی تضادات ہیں۔ Interlingual Translation پیغام کو متبادل کے طور پر ایک زبان سے (S.L) سے دوسری زبان T.L میں منتقل کرنے کا نام ہے۔
یعنی

1. Interlingual Translation or translation proper this is interpretation of verbal signs by means of verbal signs in som other linguistic system.

2. Interlingual translation: which is an interpretation of verbal signs by means or other sign in the same system.

3. Intersemotic translation or transmutation: this is an interpretation of verbal signs by

means of sign of non verbal sign systems.

Jacobsons نے اپنے نظریے میں واضح کیا ہے کہ ترجمہ نگاری میں قطعیت (Accuracy) ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ مکمل طور پر ایک زبان سے دوسری زبان میں ہم پلہ الفاظ کا ملنا محال ہے۔ لہٰذا ترجمہ نگاری کے دوران معنی کا گم ہو جانا' ایک پیچیدگی ضرور ہے۔

فن ترجمہ نگاری میں شاعری کے ترجمے میں بہت سی مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ جنھیں آسان بنانے کے لیے آندرے لیفیور نے سات مختلف قسم طریقے بتائے ہیں۔(۸)

۱)۔ صوتی ترجمہ Phonemic Translation

اس قسم کے ترجمہ میں S.Language کے صوتی تاثر کو Target Language میں از سر نو تخلیق (Reproduce) کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جبکہ اصل مطلب کا قابل قبول نثری ترجمہ یعنی ترجمے کی یہ قسم جدید صورت میں اچھی ہے۔ مجموعی طور پر یہ طریقہ اگرچہ مشکل ہے لیکن صحیح مطالب تک پہنچاتا ہے۔

۲)۔ ہو بہو لفظی ترجمہ Literal Translation

اس حکمت عملی میں لفظ بہ لفظ ترجمے پر زور دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس قسم سے ترجمے کی روح کو نقصان پہنچتا ہے۔

۳)۔ پیمائشی ترجمہ Metrical Translation

وزن کے لحاظ سے پیمائش کی رو سے ترجمے کا مقصد Source Language کے میٹر یعنی (آہنگ) کو دریافت کرنا ہے۔ لفظی ترجمے کی طرح یہ

طریقہ بھی S.L کے متن کے ایک رخ پر توجہ کرتا ہے مگر کلی طور پر نہیں۔

۴)۔ شاعر کا نثری ترجمہ Poetry into Prose

ترجمے کی اس قسم میں ترجمے کا ابلاغ آسان ہو جاتا ہے۔ یہ بھی لفظی اور پیمائشی قسم کے ترجموں کی اقسام سے ملتا جلتا ہے۔

۵)۔ موزوں ردم کے ساتھ ترجمہ : Rhymed Translation

ترجمے کی اس قسم میں مترجم کو دوہری پابندیاں اٹھانا پڑتی ہیں یعنی میٹر (آہنگ) اور موسیقیت / بحور۔ اسطرح کے ترجمے میں اصل کا محض خاکہ بنتا ممکن ہے۔

۶)۔ آزاد/بلینک ورس ترجمہ Blank Verse Translation

اس قسم کے ترجمے میں ممکنہ دُرستی اور اعلیٰ درجے کی ادبی حیثیت تک رسائی ممکن ہے۔

۷)۔ تشریحی ترجمہ Interpretation Translation

اس قسم کے ترجمے میں S.L کا متن جو ہر (Text) بحال رہتا ہے مگر ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے کیونکہ مترجم نظم کی نقل تخلیق کرتا ہے۔ جس میں نظم کا عنوان اور خیال اور اس کا اقتباسیہ ایک سا ہوتا ہے اگر عنوان اور خیال S.L میں ایک جیسے ہوں۔

ادبی ترجمہ بالخصوص شاعری کے ترجمے میں محض معنی کی تبدیلی یا ترسیل سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں کیونکہ لفظ معنی کے ساتھ مخصوص ثقافتی تہذیبی فضا وابستہ ہوتی ہے۔ صحیح ترجمہ نہ ہونے کی صورت میں کسی لفظ کے حقیقی معنی کے گم ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ لسانیاتی قواعد کی رو سے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے Source Language اور Target Language کے مابین ہم پلہ لفظ

(Words Equivalent) کے طریقہ کار کو آزمایا جاتا ہے۔ متبادل ہم پلہ لفظ نہ ملنے کی صورت میں مستعار لفظ (Borrow words) کا طریقہ اپنانا پڑتا ہے۔ علاوہ اس کے Source Language شاعری کے آہنگ کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بھی کوئی آزمائش ہے ہرگز کم نہیں۔ جبکہ شاعری میں تمثیل Images اور علامت، تلمیح، استعارے کو ہو بہو منتقل کرنا بھی جان لیوا کام ہے۔ جس کے لیے مترجم کو شارح بننا پڑتا ہے حالانکہ ترجمہ اور تشریح دو الگ راستے ہیں۔

اس تمام بحث کو سمیٹے ہوئے ہم دوبارہ ترجمے کی ادبی اور غیر ادبی قسم کی جانب توجہ کرتے ہیں کسی بھی Text یا ادبی تحریر میں معنی و مطالب کے ساتھ ساتھ اس تحریر کا اسلوبیاتی پہلو چونکہ بہت اہم ہوتا ہے اس ادبی تحریر کے معنی و مطالب کے ترجمہ کے علاوہ اس کے اسلوب کو قابو میں لانا مترجم کے لیے ایک بڑا چیلنج تصور کیا جاتا ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے اگر مترجم خود کو اصل نظم، شاعری، کے مواد کو اپنی تخلیقی صلاحیت سے گہرائی کے ساتھ وابستہ کرلے تو از سرِ نو تخلیق کی بازیافت ممکن ہو سکتی ہے۔

حوالے

۱۔ سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر، اردو سرائیکی کے باہم تراجم، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ (رجسٹرڈ)، اشاعت ۲۰۰۱ء، ص ۲۰

۲۔ مسکین علی حجازی ڈاکٹر، صحافتی زبان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء، ص ۴۳

۳۔ سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر، اردو اور سرائیکی کے باہم تراجم، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ (رجسٹرڈ)، ۲۰۰۱ء، ص ۳۲

۴۔ حامد بیگ مرزا، پروفیسر ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اشاعت مئی ۱۹۸۸ء، ص ۳۴

۵۔ آلِ احمد سرور، "مجموعہ تنقیدات"، مرتب عاصمہ وقار، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۹۵

۶۔ M. G. Guirc, quoted, translation studies (London: Routledge 1991)P:52

۷۔ Sussan Bassnett-MC Guire, quoted, Translation studies (London: Routledge 1991)P:60

۸۔ Das. Bijay Kumar, "A Hand Book of translation, Atlantic Publisher's & Distributor's, B-2 Vishal Enclave, opp. Rajouri Garden, New Delhi,P:114-116

فن ترجمہ' اصول ومبادیات

فن ترجمہ کے اصول وقواعد' طریقہ کار کے حوالے سے اختلاف ابتداءی سے رہا ہے۔تاہم ناقدین اور مترجمین نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے وضاحتیں کیں جس کے نتیجے میں چند ایک اصول وقواعد سامنے نظر آتے ہیں جنھیں حتمی نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ بنیادی اصول ترجمہ کرنے والے کی راہ میں جگنو کی سی روشنی کا کام ضرور دیتے ہیں۔

سید باقر حسین نے الفاظ اور عبارت کا ترجمہ کرنے کے لیے علیحدہ علیحدہ اصول بیان کیے ہیں اور ان کے نقطۂ نظر کے مطابق الفاظ کا ترجمہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ

۱) ترجمہ صحیح ہونا چاہیے۔

۲) حتی الامکان عام فہم ہونا چاہیے۔

۳) سبک اور خوبصورت ہونا چاہیے۔

جبکہ عبارت کا ترجمہ کرنے کے لیے انہوں نے پانچ بنیادی اصول بتائے ہیں۔

۱) ترجمہ حتی الامکان تحت اللفظ' اصل عبارت کا محض خلاصہ' مطلب نہیں ہونا چاہئے۔

۲) ترجمہ حتی الامکان محاورۂ زبان کے مطابق ہونا چاہیے۔

۳) الفاظ کے وزن اضافی کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ اصل عبارت میں ان کی جو اضافی اہمیت ہے وہ ترجمے میں باقی رہے

۴) حتی الامکان ایسے الفاظ کے ترجمے سے گریز کرنا چاہیے جن کے مترادفات اردو میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ زبان کو وسعت دینے کا طریقہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر لفظ کا مترادف تلاش کرنے کی کوشش کی جائے خواہ وہ مترادف نامانوس ہی کیوں نہ ہو۔

۵) اصل عبارت میں جملہ اگر اس قدر پیچیدہ اور لمبا ہو کہ اس کے تحت اللفظ ترجمہ کرنے سے معنی میں الجھاؤ پیدا ہو تو ایسی صورت میں جملے کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر لینا چاہیے۔(۱)

ترجمے کے عمل میں پہلا درجہ الفاظ کے صحیح ترجمے تک رسائی ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے الفاظ تلاش کیے جائیں جو عام فہم ہوں اور ابلاغ کی صلاحیت رکھتے ہوں جہاں تک اصل (Text) یعنی متن کے الفاظ کے سبک اور خوبصورت ہونے کا تعلق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ترجمہ کرتے وقت بھاری بھرکم الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا چاہیئے تا کہ مطلب کی وضاحت اور اظہار کی قوت میں مشکل پیش نہ آئے۔ جبکہ لفظی ترجمے کا عمل اتنا سادہ اور آسان نہیں ہے کیونکہ ہر لفظ کا اپنا تہذیبی ثقافتی پس منظر ہوتا ہے۔ کسی لفظ کی مخصوص فضا سے وابستگی کو سمجھے بغیر اس کا ترجمہ قبادل لفظ کے طور پر استعمال کر دینا ابہام پیدا کر سکتا ہے۔ ترجمے کا یہ عمل اس وقت اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے جب دو زبانوں (S.L) اور (T.L) دونوں کا تعلق لسانی حوالے سے مختلف ہو۔ کیونکہ ہر زبان کے الفاظ معنی صوت اور گرامر کے ڈھانچے میں اختلاف کے باعث جملوں کی ساخت اور ان کے استعمال کے طریقہ کار میں تبدیلی آ جاتی ہے جس طرح کہ انگریزی اور اردو زبان ایک دوسرے سے لسانی

تناظر میں مختلف ہیں جبکہ اردو زبان عربی فارسی اور پاکستانی زبانوں (پنجابی' سندھی' سرائیکی' کشمیری' ہندکو و دیگر کئی زبانوں سے لسانی اشتراک رکھتی ہیں۔ اس پہلو سے وضاحت کرتے ہوئے ممتاز مترجم شاہد حمید کہتے ہیں:

"زبانیں ایک دوسرے کے قریب ہوں تو ترجمہ اتنا زیادہ مشکل نہیں رہتا جیسے فارسی اور عربی کی تخلیقات کو اردو میں ترجمہ کرتے وقت زیادہ دشواری اس لئے پیش نہیں آتی کہ جملوں کی ساخت مختلف ہونے کے باوجود اردو کا ذخیرۂ الفاظ زیادہ تر انہی دو زبانوں سے آیا ہے"۔(۲)

اگر (S.L) اور (T.L) دونوں کا تعلق ایک ہی لسانی گھرانے سے ہو تو ترجمہ کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آتی۔ لیکن جب دو زبانوں کا لسانی تعلق مضبوط نہ ہو تو ایسی صورت میں مشکل پیش آتی ہے یہ صورتحال ترجمہ نگاری میں چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسے میں مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ (S.L) اور (T.L) دونوں پر عبور رکھتا ہو۔ دونوں زبانوں کی لسانی باریکیوں سے آگاہی رکھتا ہو۔ ادبی متن کے حوالے سے خاص طور پر جملے کی ساخت' محاورے کے استعمال میں مشاق ہو۔ مترجم معنی اور مفہوم کو اچھے انداز سے ترجمہ کرے تا کہ ترجمہ کی جانے والی زبان (T.L) کو اسلوب کی تازگی میسر آ سکے۔ اردو زبان میں انگریزی اور دیگر غیر ملکی زبانوں سے تراجم کے ضمن میں یوں تو کام ۱۸ویں صدی سے جاری ہے لیکن اس کام کو قابل اطمینان سمجھنے کی وجوہات بھی قابل فہم ہیں جن کی طرف معروف نقاد حسن عسکری اپنے ایک مضمون میں کچھ اس طرح سے اشارہ کرتے ہیں۔

"ترجمے کی بدولت ہمیں ایسا تخلیقی جذبہ نہیں ملتا جیسا سرشار کو ملا
گیا تھا نہ ان کے ذریعے ہماری نثر کے اسالیب میں کوئی اضافہ یا
تغیر ہوتا ہے" (۳)

حسن عسکری نے فنِ ترجمہ نگاری کے ضمن میں جو سخت لہجہ اپنایا ہے یہی وہ نکتہ ہے جو اس بات پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ کہ کسی ادبی متن کو دوسری زبان (T.L) میں اس کے موافق اسلوب میں ہی پیش کرنا چاہیے۔ مغرب کے انشائیوں کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے والے معروف انشائیہ نگار و مترجم سلیم آغا قزلباش ترجمے کی مبادیات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ترجمہ چاہے ملکی زبان سے غیر ملکی زبان میں کیا جائے یا غیر ملکی
زبان سے ملکی زبان میں' اس کی عموماً دو (۲) ہی صورتیں مروج
ہیں۔ اولاً آزاد ترجمہ ثانیاً لفظی یا محاورہ ترجمہ۔ آزاد ترجمہ
کرتے وقت مترجم کی طرف سے حذف و اضافہ کا عمل نمایاں
ہوتا ہے لہٰذا اس نوع کے تراجم کا مطالعہ کرنے کے بعد قاری
اصل فن پارہ کا محض ایک ہلکا سا تاثر ہی قبول کر سکتا ہے۔ اس
کے برخلاف لفظی ترجمہ کا فریضہ احسن طریق سے انجام پا جائے
تو ایسی صورت میں قارئین تک اصل تخلیق کی ترسیل کے
امکانات بڑھ جاتے ہیں" (۴)

آزاد اور لفظی ترجمہ۔۔۔ مغربی اصطلاح ہے دونوں طریق کار کے مطابق اصل متن کو دوسری زبان (T.L) کے توسط سے قارئین تک' اس خوشبو کو پہنچانا ہے جو

معنوی اور ظاہری صورت میں وحدت تاثر کو قابو میں رکھے۔ اس طرح آزادانہ ترجمے میں تخلیقی اور جمالیاتی طرزِ عمل کو اپنایا جاتا ہے جبکہ لفظی ترجمہ معنی سے اپنی رشتہ برقرار رکھتا ہے اور اس طرح کے ترجمے کو دیانت دارانہ عمل کہا گیا ہے کیونکہ لفظی ترجمے میں مترجم اصل متن اور تخلیق کار سے وفاداری نبھاتا ہے۔

"فرانسیسی شاعر اور مترجم Etienne Dolet نے
(۱۵۴۰) میں فنِ ترجمہ نگاری کے پانچ بنیادی اصول وضع کیے کہ
کس طرح سے ایک سے دوسری زبان میں ترجمے کا عمل بہترین
سکتا ہے"۔ (۵)

۱۔ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اصل متن کے خیال (Sense) اور مطالب (Meaning) کا بغور جائزہ لے۔

۲۔ مترجم کے لیے دونوں زبانوں Source Language - Target Language پر مکمل عبور رکھتا ہو۔

۳۔ مترجم کو لفظی ترجمے (Word for word Translation) سے گریز کرنا چاہیے۔

۴۔ مترجم کو چاہیے کہ وہ روزمرہ کی زبان کو استعمال کرے۔

۵۔ مترجم کو آزادی ہونی چاہیے کہ وہ درست آہنگ (Correct tone) کے لیے مناسب الفاظ کا چناؤ کرے۔

فرانسیسی شاعر مترجم Dolet Etinne کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق ضروری ہے کہ متن کے خیال اور مطالب پر توجہ دی جائے۔ مترجم دونوں زبانوں (S.L) اور

(T.L) پر عبور حاصل ہو' ایک نئی بات جو سامنے آئی ہے وہ Dolet کے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ ہے کہ مترجم کو لفظ بہ لفظ ترجمہ نہیں کرنا چاہیے۔ گویا Dolet آزاد ترجمے کے حق میں ہیں اور وہ مترجم پر زیادہ پابندیاں لگانے کے قائل نہیں ہیں وہ مترجم کو اس بات کی آزادی دیتے ہیں کہ مترجم کو چاہیے وہ مشکل زبان میں ترجمہ کرنے کی بجائے عام بول چال کی زبان کو استعمال کرے اور اس کا الفاظ کے انتخاب کے سلسلے میں یہ رویہ ہو کہ وہ جو الفاظ ترجمے میں استعمال کرے گا اس سے اسلوب اظہار میں روانی پیدا ہو نہ کہ مشکل۔

۱۷۹۰ء میں Alexander Faser Tytler نے اپنے ایک مضمون "Essay on the principles of Translation" میں لکھا ہے کہ

"That, in which the merit of the original work is so compeletely transfused into another language, as to be as distintly apprehended, and as strongly felt, by a native of the country to which that language belongs, as it is by those who speak the language of the original work". (6)

Tytler مزید بتاتے ہیں کہ ایک کامیاب ترجمے کے لیے تین نکات بہت

اہم ہیں۔

- o- Give a complete transcript of the ideas and sentiments in the original passage.
- o- Maintain the character of the style.
- o- Have the ease and flow of the original text.

الیگزینڈر فاسٹر ٹیلر نے ترجمہ کے ضمن میں اصل زبان کی اہمیت اور خاصیت کو بحال رکھنے پر زور دیتے ہیں کہ (S.L) کا مقامی/علاقائی تاثر ختم نہیں ہونا چاہیے جس کے لیے وہ زور دیتے ہیں کہ

o۔ ترجمہ مکمل طور پر اصل متن کے خیالات اور جذبات کی نمائندگی کرتا ہو۔

o۔ جس کے لیے اسلوب کی خاصیت کا برقرار رہنا ضروری ہے۔

o۔ اصل متن کی عبارت جیسی روانی اور سلاست کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

کسی بھی ادبی تخلیق بالخصوص شاعری کے آزاد ترجمے نے فنِ ترجمہ نگاری میں بحث کو کئی جہتیں عطا کی ہیں اور کئی طرح کے سوالات بھی ابھرے جن میں

۱۔ تخلیق یا اصل متن (شاعری) کا ترجمہ کچھ اس انداز سے کیا جائے کہ ترجمہ تخلیق کی باز آفرینی معلوم ہو

۲۔ ترجمہ کچھ اس انداز سے کیا جائے کہ اپنا ذاتی تجربہ معلوم ہو۔

۳۔ اصل متن/تخلیق کے مواد کو تخیل کے بل بوتے پر اپنی زبان میں منتقل کر دیا جائے۔

۴۔ Paraphrase یعنی تخلیق کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ترجمہ کیا

جائے۔

شاعری کے ترجمہ میں درپیش عملی مسائل کے حوالے سے ف۔س اعجاز لکھتے ہیں:

"دیگر زبانوں سے اردو شاعری کا منظوم ترجمہ کرتے ہوئے کچھ باتوں کا بطور خاص لحاظ رکھنا پڑتا ہے مثلاً اصول ترجمہ، ترجمانی، اسلوب ترجمہ (پابند یا غیر پابند) وغیرہ"۔(۷)

بلاشبہ شاعری کا ترجمہ ایک کٹھن راستہ ہے جسے عبور کرنے کے لیے ترجمے کے اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے جبکہ صحیح ترجمانی کا فریضہ جیسے بنیادی نکات ابھی وضاحت طلب ہیں اس تناظر میں جب ہم انگریزی میں فن ترجمہ نگاری کے اصول لسانیات کی رو سے دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے۔ ترجمہ اور اس کا طریقہ کار سے متعلق انگریزی زبان میں کام لسانی بنیادوں پر زیادہ ہوا ہے۔ اس لئے جب ہم انگریزی زبان میں ترجمہ کے فن اور طریقہ ہائے ترجمہ کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں تو اس ضمن میں انگریزی ادب میں کافی مواد مل جاتا ہے۔

"Jean-Panl and Jean Darbelnet" ترجمہ کی Methodology کے بارے میں سات طریقے بیان کرتے ہیں۔

۱۔ مستعار طریقہ کار (Borrming)

۲۔ الفاظ مستعار کرنے کی خاص قسم (Calque)

۳۔ لفظ بہ لفظ (Literal Translation)

۴۔ Transposition یعنی ترسیل

۵۔ ترجمہ کرتے وقت پیغام میں ترمیم کرنا (Modulation)

۶۔ مترادف / مساوی یا ہم پلہ ترجمہ (Equivalleuce)

۷۔ حالات کے مطابق ڈھالنا (Adapation)

ان مندرجہ بالا طریقوں پر جب ہم غور کرتے ہیں تو جو بات پہلے طریقہ کار برائے ترجمہ کے ضمن میں واضح ہوتی ہے۔ اس کے مطابق Source Language کی روایات تہذیب و ثقافت کے حقیقی پس منظر کو اجاگر کروانے کیلئے ترجمہ کرتے ہوئے کسی اور اجنبی زبان کے الفاظ مستعار (Borrow) لئے جاتے ہیں۔ جس طرح کہ ہماری زبان اردو میں بہت سے الفاظ ایسے موجود ہیں۔ جو عربی فارسی ہندی ترکی انگریزی و دیگر مقامی زبانوں کے شامل ہیں۔ پاکستان میں اردو پنجابی سرائیکی اور پھر ہندی زبان میں یہ عمل قدرے تیزی سے جاری ہے۔ اس کی بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ اردو کا پاکستانی زبانوں کے ساتھ تہذیبی لسانی تعلق صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے عربی فارسی اور دیگر پاکستانی زبانوں کے الفاظ اب اردو زبان کا حصہ بن چکے ہیں۔ یہ الفاظ جو صدیوں پہلے مستعار لئے گئے تھے اب اجنبی نہیں بلکہ مانوس لگتے ہیں۔ مثال کے طور پر اردو میں انگریزی مستعار لئے گئے الفاظ نوز ٹیلی ویژن ٹیبل کمپیوٹر وغیرہ۔

ہمیں یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کسی بھی زبان کا ارتقاء ہمیشہ مستعار الفاظ سے ہی آگے کی جانب بڑھتا ہے اور مستعار الفاظ بذریعہ ترجمہ ہی کسی دوسری زبان میں داخل ہوتے ہیں۔

Calque یعنی اظہار کیلئے الفاظ مستعار کرنے کی اس خاص قسم میں کسی دوسری

زبان کے الفاظ ادھار لیکر دوسری زبان (T.L)

کے مطابق ہر حرف کا ہوبہو ترجمہ کرنا شامل ہے۔ اس کی دو (۲) اقسام ہیں۔

۱۔ ''اتفاقی Calque'' جس میں T.L میں لفظوں کی فقرے میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

۲۔ ''بناوٹی Calque'' جس میں زبان میں نئی قسم کی بناوٹ سامنے آتی ہے یعنی الفاظ کی بناوٹ۔

۳۔ لفظ بہ لفظ ترجمہ Literal Translation

ترجمہ کرنے کا یہ براہ راست طریقہ ہے جس میں (S.L) سے T.L میں گرامر محاورات' الفاظ کا صحیح استعمال کیا جاتا ہے یوں یہ حرف بہ حرف ترجمہ کہلاتا ہے جس میں مترجم کا مقصد واضح ہوتا ہے اور یہ ترجمہ بالخصوص (T.L) کی لسانی ضروریات کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ مثلاً

اردو	English
۱۔ تم کہاں ہو؟	1. Where are you?
۲۔ تمھارے سکول کا نام کیا ہے؟	2. What is the name of your School?

۴۔ Transposition

ترجمہ کرنے کے اس طریقہ کار کے مطابق ایک لفظ کا تبادلہ دوسرے لفظ سے معنی کی تبدیلی کے بغیر پیغام کو آگے منتقل کرنا ہے۔

۵۔ ترجمہ کرتے وقت پیغام میں Modulation ترمیم کرنا۔

ترجمے کے اس طریقہ کار کے تحت متن میں موجود معنی میں ترمیم کر کے (T.L) کا نیا مفہوم سامنے لایا جائے تو اسے ہم Modulation طریقہ کار کہیں گے۔ اور یہ ترجمہ دو طرح سے ہوگا۔

۱۔ لازمی مقرر کردہ ترجمہ (Fixed MOdulation)

۲۔ آزادانہ ترجمہ (Free MOdulation)

ان دو اقسام کی وضاحت کرتے ہوئے "Jean Panl" لکھتے ہیں۔

> "The difference between fixed and free modulation is one degree. In the case of fixed modulation, translatiors with a good knowledge of both languages freely use this method, as they will be aware of the frequency of use, the overall acceptance, and the confirmation provided by a dictionary or grammer of the preferred expression". (8)

یعنی ترجمہ کرتے ہوئے ایک مترجم کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ (T.L+S.L)

پر عبور رکھتے ہوئے اس طریقہ کار کو آزمائے کہ تحریری اظہار گرامر اور لغات کی رو سے صحیح ہو۔ جبکہ Free Modulation طریقہ کار کے تحت مترجم ترجمہ کرتے ہوئے ایسی زبان اور الفاظ استعمال کرے جو (S.L) کے متن سے ہم آہنگ تصور ہوں۔ اس طریقہ کار کے مطابق (S.L) میں موجود مواد کی (T.L) کے مواد (تحریر) سے ہم آہنگی اور مطابقت ہونی چاہیے۔ جس کے بارے میں Jean Pani لکھتا ہے کہ مترجم کے ترجمے کے بارے میں قاری بول اٹھے کہ:

"Yes, that's exactly what you would say"

۶۔ Equivalence ترجمہ نگاری کا مساوی یا ہم پلہ طریقہ کار کہلاتا ہے جس میں ترجمہ کرتے ہوئے S.L کی تحریر (متن) محض کوئی ایک طریقہ نہیں بلکہ لغت و گرامر کے مختلف حربے آزما کر ترجمہ کرنا پڑتا ہے یوں ایک جیسی تحریر یا متن جن میں مماثلت تو ہو مگر گرامر اور لفظوں کی بناوٹ یا صوت کا انداز (T.L) میں مختلف ہو جس طرح انگریزی میں چوٹ لگنے کی صورت میں لفظ "Ouch" بولا جاتا ہے جبکہ اردو زبان میں "ہائے یا آہ" جیسے الفاظ مساوی یا ہم پلہ لفظ کہلائے گے۔

اس طرح کے الفاظ محاورے یا ضرب الامثال Equivallence کی بہترین مثال ہیں جن کا ترجمہ کرتے وقت بھی طریقہ ترجمہ اپنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً

English	اردو
1. It is raining cats & dogs.	۱۔ موسلا دھار بارش ہو رہی ہے

2. Apple of ones eye.	۲۔ کسی کی آنکھ کا تارا ہونا
3. At eleventh hour.	۳۔ آخری وقت پر

Adapation یعنی حالات کے مطابق ڈھالنا' ترجمہ سازی میں اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب (S.L) کا متن یا مواد دوسری زبان یعنی (T.L) کے اسلوب اور کلچر سے مختلف ہو تو اس صورت میں ترجمہ سازی کو کسی صورتحال کے مطابق (S.L) کی تحریر (متن) کے مطابق Adapation کی ضرورت محسوس ہوتی ہے یہ بھی ایک طرح سے Equivalence تصور کی جائیگی جو کہ صورتحال کی متقاضی ہوگی۔ اگر اس طریقہ کار کا استعمال ترجمہ کیلئے ناگزیر ہو مگر اس کا استعمال نہ کیا جائے تو تحریر یا متن میں دیئے گئے خیالات لفظوں کی ترتیب اور گرامر پر اثر پڑ سکتا ہے۔ جبکہ اس طریقہ کار کو اپنائے بغیر مترجم ترجمہ کرسکتا ہے مگر یہ ترجمہ نامکمل ہوگا اور اس سے مترجم کی نیک نامی بھی نہ ہوگی۔

شاعری کے ترجمہ کرنے کا عمل بہت مشکل ہے اگرچہ کسی نثر پارے کا ترجمہ بھی کچھ آسان نہیں ہوتا لیکن شاعری پیچیدگیوں کے کئی اسباب ہیں۔ شاعری میں شاعر الفاظ کو بارہا علامت' اشارے کنائے اور استعاراتی معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ بسا اوقات الفاظ حقیقی معنوں میں کچھ اور مفہوم دیتے ہیں جبکہ مجازی معنوں میں اُن کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے اس کے علاوہ شاعری میں شاعر کا اپنا ایک خاص لہجہ (Tone) ہوتا ہے۔ اسی طرح شاعری مخصوص موڈ سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر نظم کا ایک اندرونی آہنگ ہوتا ہے۔ جس سے اس کا صوتی تاثر بنتا ہے۔ ان تمام پہلوؤں کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہوتا ہے تاکہ شاعری کا ترجمہ S.Language

سے T.Language میں کامیابی کے ساتھ ہو سکے۔ اس صورتحال کے حوالے سے رابرٹ بیلے نے چند ایک اہم باتیں بیان کی ہیں۔

Robert Bly نے ترجمہ سازی کیلئے آٹھ درجے مقرر کئے ہیں مشہور شاعر Rilke's کی نظم کا عملی ترجمہ کرتے ہوئے مختلف درجے کچھ یوں بیان کئے ہیں۔ اور کسی نظم کا ترجمہ کرنے کے عمل کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ نظم کو بار بار پڑھا جائے (Go through Again) یعنی شاعری کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

۲) جبکہ ترجمہ سازی کے دوسرے درجے میں ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے۔ We decide wheather to turn back or go not.

اسی حوالے سے وہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہیں ترجمہ سازی کے تیسرے درجے میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

> Durring this stage, we use all we know about the structure of the English language. During the literal vision we follwo the word order of the original german. (9)

ان کے خیال کے مطابق زبان کے لسانی نظام کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں کیونکہ

Most sentences in English that begin with preposition, with "into" or "upon"or "for the"

tend to be weak in practice. this is not the doctrine........ Leving the word order of the original poem behind is often painful; beginning translator's espacially resist it; they feel disloyal if they more the verb, but each language evolves in a differnt way, and we cannot cancel a thousand years of language evolution by our will. More over, if we are disloyal to German, we are at the same time loyal to English.

رابرٹ بیلے کی اس بات سے یہ معنی اخذ کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ ہمیں زبان کے اسماء اور افعال و جملوں کی ساخت پر غور کرنا چاہیے جس طرح انگریزی زبان میں جملہ بناتے وقت

Subjict+Verb+Obect

کا خیال رکھا جاتا ہے اسی طرح ہمیں اردو یا کسی پاکستانی زبان کے اسماء اور افعال و جملوں کی ساخت کو ترجمہ کے دوران ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

اب ترجمہ سازی کے چوتھے درجے کی جانب بڑھتے ہیں۔ رابرٹ بیلے کے مطابق جس زبان میں ترجمہ کیا جائے اس زبان کے لہجے کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ زبان گھنیا نہ ہو Language Standard کا خیال رکھا جائے زبان کی گرامر

کا بھی رسمی اور غیر رسمی الفاظ میں توازن بہت اہم ہے تا کہ نظم میں توازن برقرار رہے۔

"The aim is not street language, not slag as such, nor the speech rhythms of half-educated people, but rather the desperate living tone or fragrance that tells you a person now alive could have said the Phrase.

ترجمہ سازی کے پانچویں مرحلے میں رابرٹ بلے "Tone" یعنی شاعری (نظم) کے موڈ (کیفیت) پر بحث کرتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ترجمہ ساز کا شاعر ہونا ضروری ہے اگر وہ شاعری کا ترجمہ کرتا ہے تو

"I think it is important that the translator should have written poetry himself. I mean that he or she needs the experience of writing from mood, in order to judge-accuracy what mood of a stranger's is.

رابرٹ بلے ترجمہ سازی کے چھٹے مرحلے میں Sound یعنی صوتی تاثر یا نظم کے Internal Rythyam میں Sound کی بہت اہمیت دیتے ہیں۔

In the next stage, which i call here the sixth, we pay attention to sound....... of we wonder

whether the Poem's tone is enthusiastic or melancholic, there is only one thing to do. memorize the poem in its original German, and say it to yourself, to friends, to the air. No one can translate well from a poem he or she not learned by heart; only by reciting it can we feel what start of oceanic rhythm it has, which is very different thing from analyzing the metter.

رابرٹ بلے ترجمہ کاری کے ساتویں مرحلے کو انتہائی مشکل مرحلہ گردانتے ہیں ان کے خیال کے مطابق کسی زبان میں ترجمہ کیلئے اس زبان پر مکمل دسترس ضروری ہے۔

"What I shall call the seventh stage we ask some one born in the language to go over our version. Perhaps we go back to the native speaker who helped us in the literal version."

ترجمہ سازی کے آٹھویں درجے کے بارے میں رابرٹ بلے لکھتے ہیں:

During this stage, we allow ourselves at least the pleasure of examining other people's translations of the poem.

اگر ان باتوں کا ہم اعادہ کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شاعری کا ترجمہ کرتے وقت ضروری ہے کہ مترجم کسی نظم کو جسے وہ ترجمہ کرنا چاہتا ہے اسے گہرائی سے بغور پڑھے اور اس عمل سے بار بار گزرتے تا کہ شاعرانہ Images' شاعری کے آہنگ' اس کے صوتی تاثر' شاعر کے لہجے میں سرشار ہو جائے۔ شاعری کی زبان سے آشنائی حاصل کرے تا کہ وہ شاعری کی زبان الفاظ کے حقیقی مفہوم تک پہنچ سکے۔

''منظوم ترجمے کا عمل'' کے عنوان سے ڈاکٹر عنوان چشتی کا مضمون مشمولہ ''ترجمے کا فن اور روایت'' بہت اہمیت کا حامل ہے اس مضمون کے چیدہ نکات درج ذیل ہیں''۔(۱۰)

- o۔ مصنف/شاعر کی طرز فکر اور اس کے فنی طریقہ کار سے واقفیت
- o۔ تصنیف/شاعری کے الفاظ تراکیب' محاورات' استعارے علامتی نظام کو بھی شاعری کی فکر اور فن کے حوالے جاننا۔
- o۔ تخلیق اور تخلیق کار کے تہذیبی' تمدنی' معاشی' ثقافتی عہد کو مد نظر رکھنا۔
- o۔ تخلیق کار کے عہد کی تحریکات' روایات اور سماجی پس منظر کا مطالعہ
- o۔ T.L یعنی جس زبان سے ترجمہ کرنا مقصود ہو اس زبان کی تاریخ سے آگاہی نہایت ضروری ہے۔
- o۔ ہر لفظ کا اپنا تہذیبی ثقافتی پس منظر ہوتا ہے لہذا تخلیق کار کے شاعری میں برتے ہوئے الفاظ' معنی' مجاز' ے املا' تلفظ' محاورہ' زبان کا مزاج آشنا ہونا۔
- o۔ اصل فن پارے کی گرامر' ساخت' صوتیات' تکنیک' ہیئت اور اسلوب بیاں سے واقفیت۔

- o۔ منظوم ترجمہ کی صورت میں علم عروض' شعری اسالیب سے آگاہی یعنی تخلیق کار کے الفاظ کی موسیقیت' لب و لہجہ' زیر و بم' وزن اوزان کی نغمگی کا خیال رکھنا شاعر کے خیال اور جذبے کو بعینہ پیش کرنا
- o۔ T.L یعنی ترجمہ جس زبان میں کیا جا رہا ہے اس زبان میں اگر S.L کا ہم پلہ لفظ موجود نہ ہو خود سے کوئی لفظ بنانے کی بجائے S.L کا لفظ ہی استعمال کیا جائے۔

> "The translation of a Poem having any depth ends by being one of two things: Either it is the expression of the translator, Virtually a new poem, or it is as it were a photograph, as exuct as possible of one side of the statue." (11) (Ezra Pound)

ایذرا پاؤنڈ جو شاعر اور مترجم کی شہرت رکھتے ہیں اور ان کا تعلق اُس عہد سے بنتا ہے جب شاعری کو فلسفیانہ نقطہ نظر سے دیکھا جاتا تھا تا ہم ترجمے کے حوالے سے ان کا نقطہ نظر ترجمہ کی اہمیت کو بڑی حد تک واضح کرتا ہے اُن کے خیالات نے فن ترجمہ نگاری کی سمجھنے میں بہت مدد دی۔

> ''کسی نظم کی تشریح جس میں گہرائی ہو دو دو (۲) نتائج (امور) پیش ہوتی ہے۔ یا تو یہ مترجم کی شخصیت کا اظہار ہوتی ہے بلکہ یہ کہیں گے کہ نئی نظم بن جاتی ہے یا اس کی مثال ایک تصویر کی ہوتی

ہے۔یا یوں کہہ لیجیے کہ مجسمے کی ایک طرف کی شکل ہے"

اور اس سلسلے میں اُن کے نظریات سمجھنے کیلئے اُن کے کیے گئے تراجم بہت اہم ہیں۔اُن کے خیال کے مطابق کسی متن (Text) کے ثقافتی شعور کو جاننے کے لیے ترجمہ ایک اہم ہتھیار ہے۔اور کسی نظم کا ترجمہ مترجم کے احساسات میں ڈھل کر نئی نظم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔فنِ ترجمہ کے اصول و مبادیات کی بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حقیقی معنوں میں ترجمے کو مثالی کہا جا سکے اگرچہ ممکن نہیں اور مثالی ترجمے کا عمل ایسا سفر ہے جس کے بارے حتمی دعوی ناممکنات میں سے ہے۔تاہم نئے دور میں اب جبکہ ترجمہ کو باقاعدہ فن کا درجہ حاصل ہو گیا ہے اور اس حوالے سے بہت سے اصول نظریات سامنے آ چکے ہیں۔لہذا مترجمین کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ ان اصول و قواعد و ضوابط اور ترجمے کے علمی نظریات کو مدِ نظر رکھیں۔ترجمہ کرتے وقت مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانے کہ (Text) متن کیا تقاضا کرتا ہے محض لفظی ترجمہ "Word to word" اب متروک خیال کیا جانے لگا ہے۔الفاظ کے حقیقی اور بنیادی ماخذ تک رسائی ضروری ہے۔متن کی حقیقی روح کو بحال رکھنا بھی ایک اہم پہلو ہے۔تا کہ اصل متن (Text) سے وفاداری قائم رہے۔جبکہ ترجمے میں کسی بھی طرح سے ابہام بھی ایک خامی ہے جس پر قابو پانا ضروری ہے۔کیونکہ ترجمہ آرٹ ہے جس کے توسط سے خوبصورت خیالات کی خوبصورتی کو قائم رکھنا ہی کامیابی ہے۔ترجمہ متن کے مندرجات کا علم لسانیات کے اصولوں کی واقفیت سے ممکن ہے جس کے لیے دونوں زبان S.L & T.L پر عبور ہونا بھی بہت اہم ہے۔

حوالے

۱) سید باقر حسین ترجمے کے اصول ترجمہ روایت اور فن' اسلام آباد مرتبہ مقتدرہ قومی زبان' ستمبر ۱۹۸۵ء'ص:۲۳

۲) شاہد حمید' (ممتاز مترجم سے انٹرویو' سرگودھا روزنامہ ایکسپریس ۱۹' نومبر ۲۰۰۸ء

۳) حسن عسکری' مضمون گرترجمے سے فائدہ اخفائے حال' شمولہ: مجموعہ محمد حسن عسکری' لاہور' سنگ میل پبلی کیشنز' اشاعت ۲۰۰۸ء'ص:۲۰۵

۴) سلیم آغا قزلباش' ڈاکٹر' مغرب کے افسانے' مکتبہ فکر و خیال ۲-۱۷ استیج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور' اشاعت' ۱۹۸۹ء۔ص ۸

۵)۔ Etienne Dolet, Extracts from ("on the way of translating well from one language into another") Published in 1540, Coated: by Andre Lefevere, "Translation History of Culture." Published 1992 by Routledge 11 new Fitter Lane London P:27

۶)۔ Alexander Faser Tytler, Essay on the Principles of Translation, Translation History and Culture, (A Source Book)

Edited by, Andre Lefevere, Published 1992, by Routledge, 11 New Fitter Lane, London New york P-28

۷)۔ ف۔س۔اعجاز شاعری کا ترجمہ۔ چند عملی مسائل مشمولہ ترجمہ کا فن اور روایت مرتبہ ڈاکٹر قمر رئیس علی گڑھ ایجوکیشنل بک ہاؤس سن ۲۰۰۲ء۔ ص ۱۵۲

۸۔ Jean-Poul vinay and Jean Darbelnet, A Methodology for Translation, Translated by Jean C. Sager and M.g. Hamel, the Translation studies Reader, London New Yark, 11 NewFetter Lame, LOndon, 2001, Page.8

۹)۔ Robert Bly, the Eight Stages of Translation, Translation literary Linguistic and Philosophical Perspectives, Edited by: William Fraullcy, American Center Lahore, 1999, P

۱۰۔ استفادہ مضمون منظوم ترجمے کے مسائل از ڈاکٹر عنوان چشتی مشمولہ ترجمہ کا فن اور روایت، علی گڑھ ایجوکیشنل بک ہاؤس ۲۰۰۲ء

۱۱)۔ Ezra Pound, "The Translator's invisibility, chapter.5 (Margin) P-187, Source, Natro PDF Trail, www. natro Pdf. com.

مترجم کے فرائض

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ترجمہ نگاری ایک فن ہے تو پھر لامحالہ ایک اچھے مترجم سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس فن کی تمام ترباریکیوں سے آگاہ ہو جو دورانِ ترجمہ پیش آ سکتی ہیں۔ کیونکہ ترجمہ نگاری کی اہمیت ماضی کی نسبت عہدِ حاضر میں معنویت اور وسعت اختیار کرتی چلی جارہی ہے۔ اس لئے ایک مترجم سے بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ وسیع المطالعہ ہوتا کہ وہ ترجمے کے آفاق کا احاطہ کرسکے۔ ایک انتھک اور صاحب ذوق فرد ہی اچھا مترجم ثابت ہوسکتا ہے جو اپنا کام عمیق مطالعے کی بنیاد پر استوار کرے۔ اب جب کہ جدید ترجمے کے نظریات اور فنی تشکیلات میں واضح تبدیلی آچکی ہے نت نئی سائنسی عملی ادبی لسانی معاشرتی ثقافتی زندگی کی رنگا رنگی Diversity ہمارے لیے تفہیم و تشریحات کے نئے گوشوں کے در وا کررہی ہے۔ ایک اچھے مترجم کے لئے ضروری ہے کہ وہ فنِ ترجمہ نگاری کے بدلتے ہوئے نظریات' تاریخ ادب' لسانی قواعد و دیگر علوم و فنون سے کما حقہ بہرہ مند ہو۔ L.W.Tancock جو کہ لندن یونیورسٹی کالج لندن سے وابستہ ہیں وہ اپنے ایک مضمون "Some problems of style in translation from French" میں لکھتے ہیں۔

Translation has two aspects, meaning and flavour, we are almost saying that

translator's work is continual war between science and Art, between Precision and intution, method and feeling in the world will never make you a singer unless God or your parents have given you a good vioce and a perfect ear, so sceience and accuracy alone are unavailling for translator who wants to Communicate style.(1)

یعنی ترجمہ کے دو پہلو ہیں معنی اور اس کی خوشبو مترجم کا کام سائنس اور آرٹ میں ایک مسلسل کشمکش ہے۔ موسیقی میں موسیقی کا فن اور آواز کی مشق ہی گلوکار نہیں بناتی جب تک اللہ تعالیٰ یا وراثت کی ذریعے اچھی آواز نہیں ملتی۔ لہذا سائنس اور درستی (Accuracy) ہی کسی مترجم کے ابلاغ کیلئے کافی نہیں۔

ایک مترجم جو فن کو خوبصورتی اور کسی اسلوب کے ساتھ اپنے قارئین تک منتقل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے صرف معنی کی ترسیل ہی کافی نہیں ہے۔ ترجمہ کے لئے کوئی طریقہ کار حتمی نہیں ہے۔ لہذا مترجم کو چاہیے کہ وہ محض لفظی ترجمے کو اس کے مزاج کو آگے منتقل کرے ورنہ سادہ یا لفظی ترجمہ بہت ہی آسان ہوتا ہے ایسا ترجمہ کوئی بھی فرد ڈکشنری کی مدد سے کرسکتا ہے۔ البتہ اچھا ترجمہ اسی صورت میں ممکن ہے

جب مترجم وسیع المطالعہ ہو۔

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ (۱۹۷۸ء) مترجم کی ذات کے حوالے سے لکھتے ہیں:(۲)

۱) ترجمے کا ذوق، استعداد، دونوں زبانوں پر قدرت، نفسِ مضمون پر گرفت ہو۔

۲) اصل متن اور مصنف سے وفاداری، اس کی فقالی یا بنت کی سطح پر مزید جلا دینا۔

۳) اصل متن کی مخصوص وضع کو منتقل کرنے کا جتن

۴) اصل متن، مصنف یا غیر تہذیب کا باغی نہ ہونا۔

۵) اصل سے مرعوب نہیں بلکہ اصل مصنف اور متن کا مطیع ہونا۔

ترجمے کا فن بہت مشکل نہیں تو زیادہ آسان بھی نہیں۔ ترجمہ نگاری سے وہی فرد وابستگی اختیار کرتا ہے جو خود کو اس کام کی طرف راغب پاتا ہے۔ کیوں کہ موزونیتِ طبع کسی کام میں قدرے سہولت مہیا کرتی ہے۔

اصل متن اور مصنف سے وفاداری، اس کی فقالی یا بنت کی سطح پر مزید جلا دینا۔ کسی حد تک مترجم کے لئے ضروری ہے مگر مترجم کو ماضی کے زمانے کی زبان یا اسلوب (Style) اپنانے سے گریز کرنا چاہیے۔ ایک اچھے مترجم کا کام مواد کی صحت کو نقصان پہنچائے بغیر قارئین تک ادب کی ترسیل ہے۔

"The ability to hear, sort-out, Produce and manipulate the complexities of single language (the intelligence of poets, novelists,

also good writer's, eloquent speaker's effective teachers); the ability to learn foreign languages,and to hear sort out, produce, and manipulate the complexities of transfer among them (the intelligence of translator's and interpreter's."(3)

ترجمے کا عمل کچھ اس طرح کی کاریگری (Craft manship) کا تقاضا کرتا ہے کہ مترجم کانٹ چھانٹ کرے، جملوں کی بناوٹ پر غور و فکر کرے، اصل متن کے جملہ کی باریکیوں کو سمجھے اور پھر اپنی ذہانت اور ہنر مندی سے مفہوم کو معنی کا جامہ پہنائے۔ ترجمہ کی زبان موضوع اور معروض کے لحاظ سے اجنبی نہ ہو۔

"موضوع اور معروض کو ترجمے کے عمل میں دو (۲) اہم جہات تسلیم کیا گیا ہے۔ موضوع سے مراد "قاری" اور مترجم ہوتا ہے اور معروض "اصل متن" کو تسلیم کیا گیا ہے لہذا مترجم کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ قاری سے مطابقت پیدا کرے"(۳)

اصل متن اور قاری سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مترجم S.L اور T.L یعنی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا ہو۔ اگر زبان پر مکمل عبور حاصل نہ ہوگا تو مفہوم اور معنی کو سمجھنے میں مشکل پیش آ سکتی ہے۔ یعنی

"زبان کا ماخذ، زبان کا ہدف، نفسِ مضمون .... مترجم انہی تین نکات کی بنیاد پر دیے ہوئے متن میں پوشیدہ لسانی

معنویت کو سامنے لاتا ہے جو تخلیقِ نو کہلاتی ہے"۔(۵)

ترجمہ میں "تخلیقِ نو" کا پہلو جب سامنے آ سکتا ہے اگر مترجم تاریخ، لسانیات، جغرافیہ کے علاوہ دیگر علوم و فنون سے آگاہی رکھتا ہو۔

"اگر چہ ہر فن مولا کسی فن میں ماہر نہیں ہوتا۔تاہم صحافی بالعموم اور مترجم بالخصوص وہی شخص بن سکتا ہے جو ہر فن کی بنیادی چیزوں کو جانتا ہو"۔(۶)

ایک اچھے مترجم کا کام مواد کی صحت کو نقصان پہنچائے بغیر قارئین تک ادب کی ترسیل ہے اچھے ترجمہ کی ایک نشانی یہ ہے کہ یہ ایک اچھے ڈرامے کی طرح اپنے اندر ایک ایسی طاقت رکھتا ہے کہ قارئین کی Disbelief کی خاصیت کو معطل کر دیتا ہے۔یعنی قاری کسی ادبی تحریر کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ کوئی ترجمہ نہیں بلکہ حقیقی ادبی تحریر کا مطالعہ کر رہا ہے۔بعض اوقات مترجم کے زیرِ ترجمہ تحریر میں ماضی کے حوالہ جات یا بازگشت یا اقوال آ جاتے ہیں مترجم کو چاہیے کہ وہ واضح کر دے کہ یہ حوالہ یہ بازگشت یا قول ہے۔کردار اور سماجی طبقہ آپس میں گہرا رشتہ رکھتا ہے اور یہ مترجم کے لئے ایک کھائی ثابت ہوتے ہیں۔ہماری گفتگو دراصل سماجی طبقے۔زمانے۔تعلیم اور عمومی ثقافت کی دلچسپیوں اور کردار کی نمائندگی کرتی ہے۔اسی طرح مکالمہ (Dialogue) کا لہجہ شاید مترجم کے لیے ایک بڑا امتحان ہوتا ہے کیونکہ مترجم کے لئے کسی بھی تحریر میں مصنف کا ثقافتی پس منظر اور قومی کردار۔زمانہ،جذباتی اُپج وغیرہ کے بارے میں جاننا اشد ضروری ہے ہم اپنی گفتگو میں اپنی پرورش اور سماجی عادات کو کوشش کے باوجود بھی چھپا نہیں سکتے۔ایسے میں مترجم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے

کہ وہ اس مواد Text کو واضح کرے لہٰذا مترجم کا کام مصنف کی طرف سے بیان کی گئی، معلومات کا ابلاغ ہے نہ کہ اس کے سٹائل سے متعلق خامیوں کی نشاندہی کرنا۔ اس کے علاوہ ہر لفظ کے ساتھ ثقافتی فضا مخصوص ہوتی ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز لکھتے ہیں:

"مترجم کو خیال رہے کہ ہر لفظ کی مخصوص فضا بھی ترجمے میں شامل ہو اور الفاظ کی فضا تک دسترس پانا محض علمی استعداد اور صلاحیت سے نہیں ہوتی۔ضروری ہے کہ مترجم کے ذہن میں فضا کے ادراک کی صلاحیت بدرجہ موجود ہو۔ترجمے کے ذریعے ایک زبان کی تہذیب دوسری زبان کی تہذیب کے ساتھ حل کرنے کا عمل کہلاتی ہے۔ترجمے کے دوران لفظوں کا آہنگ، مصنف کا لہجہ اور بیان کے تیور کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے"۔(۷)

مترجم یقیناً وسیع المطالعہ، صاحبِ ذوق اور عرق ریزی کی جانب مائل شخص ہی ہو سکتا ہے تاہم وہ کسی بھی (Text) کا ترجمہ محض اپنی علمیت اور قابلیت کے بھروسے پر نہیں کر سکتا۔اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ لغت سے بھی ضرور استفادہ کرے۔

"کیونکہ لغت کا منصب، الفاظ کے تلفظ اور معنی کی وضاحت ہی نہیں بلکہ ان کی ماخذ اشتقاقی صورتوں، دور بہ دور کی کیفیتوں، ان کے محلِ استعمال کی تشریح، الفاظ کے علاوہ صوتیوں اور صوتیاتی اکائیوں تو اعد قفات، لب و لہجہ، زور، صوتی سطح، سطح استدلال اور ان کے مضمرات وغیرہ کی تدوین بھی ہے"۔(۸)

ترجمہ کرتے وقت ایک مترجم کو مختلف قسم کے (Text) متن سے واسطہ پڑتا ہے اور مختلف طریقے آزمانا پڑتے ہیں اس لیے کہ ایک لفظ بسا اوقات مختلف معنی دیتا ہے حقیقت میں اس کا مطلب و معنی کچھ اور ہوتا ہے ایسی صورت میں الفاظ کے جادوئی حصار میں رہنے کی بجائے ڈکشنری کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے۔

حوالے

۱۔ L.WTancock, some problems of style in Translation from french, Aspects of Translation studies in communication.2, A.S. Booth, Leonard Forster, Sccker and wurburg, London1958, P-29

۲۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع اول ۱۹۸۸ء، ص ۱۵

۳۔ Douglas Robinson, becoming a translator, new fetter lane, London EC4P 4 EE 1997, Page57

۴۔ احمد سہیل، ڈاکٹر، ترجمہ نگاری کے چند پہلو، سہ ماہی "سہیل" مدیر علی محمد فرشی، جلد شمارہ ۳، ارزانی مارکیٹ شیخ بہادر، راولپنڈی کینٹ، پاکستان، اشاعت جنوری جون ۲۰۰۸ء، ص ۳۵۱

۵۔ ایضاً

۶۔ مسکین علی حجازی، ڈاکٹر، صحافتی زبان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۸۳

۷۔ سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر، اردو اور سرائیکی کے باہم تراجم، سرائیکی ادبی بورڈ (رجسٹرڈ) اشاعت مئی ۲۰۰۱ء، ص ۲۶

۸۔ عقیل صدیقی، پروفیسر، زبان کا مطالعہ، ادبی پبلشرز جناح روڈ کوئٹہ، سال دوم اشاعت اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص ۱۷۱

انگریزی سے اردو ترجمے کی روایت

اردو زبان کو جدید اور ترقی یافتہ بنانے کے عمل میں انگریزی سے ادب عالیہ کے تراجم نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ جس سے اردو زبان کے نثری اسالیب اور شعری پیرائیہ اظہار بالخصوص نظم میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ یہ اٹھارویں صدی عیسوی کا زمانہ تھا ہے جب انگریزی سے اردو میں ترجموں کی ابتداء مشنریوں نے خاص مذہبی مقاصد کے تحت کی ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں انگریز سامراج کے قدم جماتے ہی ترجمے کے کام کی بہت حوصلہ افزائی کی گئی۔ جس کا اہم مقصد انگریزی زبان سے جدیدیت کو برصغیر کی مقامی زبان اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں شخصیات اور اداروں کی پیش رفت قابل ذکر ہے۔

> "افراد میں نواب شمس الامرا اور شاہ اودھ کا نام لیا جاتا ہے اور اداروں میں فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج (۱۸۴۱ء تا ۱۸۵۵ء)، سائنٹیفک سوسائٹی (۱۸۶۳ء۔ ۱۸۷۷ء)، رڑکی انجینئرنگ کالج (۱۸۵۶ء تا ۱۸۸۸ء)، انجمن پنجاب (۱۸۸۰ء تا ۱۹۰۰ء)، دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن (۱۹۱۶ء تا ۱۹۴۸ء) کا نام سرفہرست ہے"۔(۱)

> "جبکہ غازی پور اور بہار میں جدید علوم وفنون کے ساتھ ساتھ مغربی ادبیات کو اردو میں منتقل کرنے کا کام کہیں زیادہ

> ہوا"۔(۲)

علاوہ ازیں ہمارے ہاں ادبی تراجم کی تاریخ میں "راسلس" از ڈاکٹر سیموئیل جانسن کے ترجمہ "تواریخ راسلس شہزادہ حبش کی" از۔ سید محمد میر لکھنوی مطبوعہ آگرہ طبع اول ۱۸۳۹ء کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ بلا کسی شک وشبہ کے، مغرب کی کسی بھی زبان سے اردو میں ہونے والا، کتابی صورت میں یہ پہلا ادبی ترجمہ ہے اس سے قبل ڈاکٹر جان گلکرسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی زبان کے قواعد" مطبوعہ

> "کلکتہ طبع اول ۱۸۸۶ء میں ولیم شیکسپیئر کے دو (۲) ڈراموں "ہملٹ" اور ہنری ہشتم کے دو چیدہ اقتباسات کا اردو ترجمہ پیش کیا تھا"۔(۳)

نوآبادیاتی دور میں اس بات پر زور رہا کہ ترجمہ کرتے ہوئے انگریزی متن کو مقامی زبانوں میں منتقل کرتے وقت مقامی تہذیب وثقافت کو مدنظر رکھا جائے۔ اسی نقطۂ نظر کے ساتھ شکسپیئر، بائرن والٹر اسکاٹ اور دوسرے لکھاریوں کو ترجمہ کیا گیا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد پاک وہند میں علمی تہذیبی، تہذیبی ثقافتی حوالوں سے بہت تبدیلیاں در آئیں۔ جنگ عظیم میں برصغیر پاک وہند سے حصہ لینے والے سپاہی جب واپس لوٹے تو وہ بھی یورپ اور انگلستان سے وہاں کی تہذیب وثقافت کے اثرات لیکر آئے۔ اس کے اثرات برصغیر پاک وہند کی سماجی معاشرتی زندگی میں دکھائی دیتے ہیں ان تبدیلیوں کے اثرات مقامی زبانوں اور ادب پر پڑے۔

> "سرسید کی سائنٹفک سوسائٹی قائم شدہ ۱۸۶۳ء کو مغربی علوم

اور سائنس کے تراجم اور اصطلاح سازی کے اعتبار سے کافی
اہمیت حاصل ہے اس سوسائٹی نے چھوٹی بڑی تقریباً چالیس
انگریزی کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کراوئیں"(۴)

سرسید احمد خان کی ان کاوشوں کا مطمح نظر اردو زبان میں سائنسی علوم کو پھیلانا تھا اس ضمن میں وہ اپنی کوششوں میں کامیاب رہے۔ بعد میں سرسید احمد خان کی کامیابیوں کو سامنے رکھتے ہوئے سائنس کے شعبہ میں ترجمہ سے ہٹ کر دیگر علم و فن تحقیق کے ضمن میں کئی ادارے قائم ہوئے۔

"۱۸۷۴ء میں مولوی محمد حسین آزاد کی تحریک اور کرنل ہالرائیڈ
کی تائید سے انجمن پنجاب قائم ہوئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا
کہ مشرقی شاعری کو عشق اور مبالغہ کے تسلط سے رہا کیا
جائے۔اس مقصد کے لیے متعدد انگریزی شعراء کے منظوم اردو
تراجم کیئے گئے۔"(۵)

اس پلیٹ فارم سے مولانا الطاف حسین حالی اور مولوی محمد حسین آزاد نے خود بھی انگریزی کی کچھ نظموں کے تراجم کیئے۔ ۱۹۳۰ء تک اگرچہ اردو شاعری و نثر انگریزی ادب کے زیرِ اثر رہی تاہم بعد میں دیگر غیر ملکی زبانوں سے بھی اردو زبان میں تراجم ہوئے۔ انگریزی شاعری سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خان نے ٹینی سن کی نظم "ندی کا راگ" اور ورڈز ورتھ کی نظم "وفا" کو ترجمہ کیا۔ علامہ اقبال نے ایمرسن کی "پہاڑ اور گلہری" ٹینی سن کی عشق اور موت، رخصت اے بزمِ جہاں، لانگ فیلو کی پیام صبح ولیم کوپر کی "ہمدردی"، "پرندے کی فریاد" اور "ماں کی تصویر دیکھ کر"، ٹامس مور کی

"اندھی پھول والی کا گیت" حسرت موہانی، رابرٹ براؤننگ کی نظم "مجھے دے دے رسیلے ہونٹ" کا اردو ترجمہ فیض احمد فیض، عزیز احمد نے ٹی ایس ایلیٹ کی ویسٹ لینڈ کا ترجمہ "خراب آباد" کے نام سے کیا۔ جبکہ میرا جی نے "مشرق و مغرب کے نغمے" کے عنوان سے بہت سے تراجم کیئے۔ اس طرح افسانوی ادب میں ہیمنگوے کے افسانے، مظہر احمد، Herman melville کے ناول Moby Dick کا اردو ترجمہ محمد حسن عسکری نے کیا۔ ہنری جیمز کی کتاب پورٹریٹ آف لیڈی کا ترجمہ قرۃ العین حیدر نے "ہمیں چراغ، ہمیں پروانے" کے عنوان سے کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ترجمہ کی ضرورت اور اہمیت کو شدت سے محسوس کیا گیا اور اس مقصد کے لئے جن اداروں کا عمل میں آیا ان میں

مجلس ترقی ادب لاہور(1960ء)
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی(1953ء)
مطبوعات فرینکلین۔لاہور 1972ء
شعبہ تصنیف و تالیف، ترجمہ کراچی یونیورسٹی 1957ء
ترقی اردو بورڈ کراچی 1985ء
مرکزی اردو بورڈ لاہور 1962ء
مقتدرہ قومی زبان اردو اسلام آباد 1979ء

اردو ادبی رسائل نے بھی ترجمے کے رجحان کو مستحکم بنانے میں موثر حصہ لیا۔
"دلگداز" اور مخزن نے بڑے اعلیٰ پائے کے ترجمے کیے۔ اسی
طرح قیام پاکستان کے بعد پاکستانی رسائل "ماہ

> نو" (لاہور) "ادب لطیف" (لاہور) اور ۸۰ کے عشرے میں
> کراچی سے "آج" اور اکیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی
> کراچی سے ایک کتابی سلسلے "دنیا زاد" میں بہترین ترجمے
> پڑھنے کو ملے"۔(۶)

ہمارے ہاں اردو میں شاہکار ادبی تراجم نامور شاعروں ادیبوں نے کیے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں محمد حسین آزاد، سر عبد القادر، عبد الحلیم شرر، ہادی رسوا، سجاد حیدر یلدرم، پریم چند، حسرت موہانی، ظفر علی خان، رتن ناتھ سرشار، مولوی عبد الحق، عزیز لکھنوی، تلوک چند محروم، منشی عنایت اللہ، نادر کوروی، حافظ محمود شیرانی، مخمور جالندھری، میرا جی، سعادت حسن منٹو، ن۔م راشد، علی سردار جعفری، احمد علی، فیض احمد فیض، اختر حسین رائے پوری، عزیز احمد، محمد حسن عسکری، ڈاکٹر جمیل جالبی، مجنوں گورکھپوری، احسن فاروقی، انتظار حسین، محمد ہادی حسین، محمد سلیم الرحمٰن، ابن انشاء، فہیم اعظمی، رضیہ سجاد ظہیر، قرۃ العین حیدر، کشور ناہید کے علاوہ اس میدان میں نئے لکھنے والوں میں انور زاہدی، منیر الدین احمد، اجمل کمال، ضمیر احمد، سید کاشف رضا، آصف فرخی، نگہت رضوی، محسن بھوپالی، حسن عابدی، حیدر جعفری، ارمان نجمی وغیرہ۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ انگریزی سے اردو ترجمے کی بدولت، اردو زبان و ادب میں بہت تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ علمی، سائنسی، شعر وادب میں نئے رجحانات واضاف کا اضافہ ہوا لیکن فن ترجمہ کی مبادیات، نظریات، اصول وغیرہ کے بارے میں انگریزی سے وہ کچھ اردو میں منتقل نہیں کیا گیا جس کی اردو زبان کو اشد ضرورت ہے۔

حوالے

۱)۔ طارق محمود، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مرتب، اعجاز راہی، اسلام آباد، مقتدرہ مقامی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۳۹

۲)۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، اشاعت ۱۹۸۸ء، ص ۱۴۰

۳)۔ مرزا حامد بیگ ڈاکٹر، اردو میں ترجمے کی روایت، ادبیات، سہ ماہی، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، بین الاقوامی ادب نمبر ا، جلد ۹ شمارہ ۳۶-۳۵۔ بہار۔ گرما ۱۹۹۶ء ص ۱۴۹-۱۴۸

(۴)۔ میر حسن، اردو زبان میں وضع اصطلاحات کے مسائل مضمون شمولہ ترجمہ کا فن اور روایت، مرتب ڈاکٹر قمر رئیس، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ اشاعت ۲۰۰۲ء ص ۲۲۲

(۵)۔ نثار احمد قریشی، اردو میں نثری تراجم کی روایت کا مختصر جائزہ، شمولہ ترجمہ روایت اور فن، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، اشاعت ۱۹۸۵ء ص ۱۱

(۶)۔ احمد سہیل، ڈاکٹر ترجمہ نگاری چند پہلو، مضمون، شمولہ سہ ماہی "سہیل" مدیر علی محمد فرشی، جلد ۲ شمارہ ۳-۴ رفی مارکیٹ شیخ بھاٹا راولپنڈی کینٹ پاکستان، اشاعت جنوری تا جون ۲۰۰۸ء ص ۳۵۲

Abbreviations & Terminology

SL:	Source Lanjuage
TL:	Target Language
SC:	Source Culture
TC:	Target Culture
TGG:	Transformational Gentrative Grammar
Discourse:	اسلوب
Register:	سانچا
Equivalence:	مساوی یا ہم پلہ
Empirical	تجرباتی
Segmentation:	تقطیع
Lexicography:	فرہنگ نویسی
Predicate:	خبر
Declension:	تصریف
Text:	متن
Ablaut:	صوتی تغیر
Langue:	زبان
Parole:	بول چال
Synchronic:	زبان کا توضیحی مطالعہ

Diachronic:	زبان کا تاریخی مطالعہ
Semantique:	معانی کی سائنس
Stylistics:	اسلوبیات
Phonem:	آواز کی چھوٹی اکائی